ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۶ء

رسالہ

ہمدردِ صحت

دہلی

مرتبہ حکیم حافظ محمد سعید دہلوی
نگراں حکیم حاجی عبدالحمید

حفظ صحت اور طب کا ماہوار مصور رسالہ

ہمدرد صحت دہلی

نگراں: حکیم حاجی عبد الحمید، دہلوی | مرتبہ حکیم حافظ محمد سعید، دہلوی

جلد ۱۴ | فہرست مضامین، ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۶ء | نمبر ۹

(۱) علاج الامراض میں فن طب کی غلط روش پر تنبیہہ	ولیم ہاورڈ ہے	۳
(۲) رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت	ادارہ	۸
(۳) آپ کا پتا	ادارہ	۱۰
(۴) معلومات	ترجمہ	۱۴
(۵) شاہ سویڈن	ادارہ	۱۷
(۶) مزاج کی طبی قدر و قیمت	ادارہ	۲۰
(۷) پیادوں کی بغاوت (افسانہ)	موسیو اقبال حسین ایم۔ اے۔	۲۲
(۸) کیا سائنس موت پر فتح حاصل کر سکے گا؟	ادارہ	۳۵
(۹) جگر، معدہ اور آنتوں کے لیے ورزشیں	موسیو اقبال حسین ایم۔ اے۔	۴۰
(۱۰) سوال و جواب	ایڈیٹر	۴۳
(۱۱) انسان اور موسم بہار		۴۹
(۱۲) ہمدرد مرہم		۵۷

قیمت سالانہ:۔ صرف ایک روپیہ | قیمت فی پرچہ:۔ تین آنے

حکیم حافظ محمد سعید ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر نے لطیفی پریس دلی دروازہ دہلی میں چھپوا کر دفتر ہمدرد صحت سے شائع کیا

ایک شیشی "مستورین" منگائی تھی۔ اگرچہ اشتہاری دوائیں اپنا اعتبار کھو چکی ہیں۔
لیکن اس دوا نے حیرت میں ڈال دیا، جو فوائد اشتہار میں اس دوا کے لکھے ہیں،
ان سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئی۔ ہمدرد دواخانہ کی
راست بازی اور ایمانداری قابل تعریف اور مستورین کی یکتائی اور
معجز نمائی مستغنی عن التعریف ہے۔ میرا قلم قلب حساس کے جذبات امتنان
اور اس گہرے اثر کا پوری طرح اظہار نہیں کر سکتا جو مستورین نے دل پر ڈالا ہے۔

سید نجم الدین حیدر عابدی
پرشین پروفیسر۔ ڈی بی۔ کالج۔ گورکھپور

سیلان الرحم
ایام کی بے قاعدگی۔ خون کی کمی
یا زیادتی۔ ھسٹیریا

ان امراض کے لیے مستورین کو پے ہم تجربات کے بعد
جدید ترین اصول پر تیار کیا گیا ہے۔ ہمدرد کی دواؤں میں
مستورین کو بھی بجا شہرت حاصل ہے کہ یہ
ان تمام بیماریوں کو حیرت انگیز طور پر دور کر دیتی ہے۔
مستورین عورت کی عام صحت کو بھی درست کرتی ہے

خصیۃ الرحم

کے افعال کو اس خوبی سے صحیح کرتی ہے کہ خواتین انگشت
بدنداں رہ جاتی ہیں۔

قیمت (دس خوراکوں کی شیشی) ایک روپیہ
دو دو شیشیوں کا استعمال کافی ہوتا ہے

ہمدرد کی ایجاد
مستورین

ہمدرد دواخانہ دہلی

علاج الامراض میں فنِ طب[1] کی غلط روش پر تنبیہ

از ولیم ھاورڈ ھے

مترجمہ :۔ سوسیو اقبال حسین ایم۔اے۔

فنِ طب کی تمام کتابوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ جائیے، آپ اسی ایک نتیجے پر پہنچیں گے کہ اس کا تمام زور مرضیات و علم الامراض پر ہے۔ یہی اس کا دائرہ بحث ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صحت اور اس کے اصول و مبادی سے اس فن نے کسی جگہ بھی بحث نہیں کی اور اس حقیقت کو کہیں زیر بحث نہیں لایا گیا صحت سے انحراف کے ابتدائی اسباب کا جاننا وہ پہلا کام ہے جو ایک ڈاکٹر یا طبیب کو سب سے پہلے کرنا چاہیے۔ بلکہ اپنا سارا زور اسی ایک چیز پر صرف کیا ہے کہ حالتِ مرض کو دوائی علاج کے ذریعہ کس طرح دور کیا جائے لیکن حیرت ہو کہ اس فن کے صدیوں لگاتار ترقی کرتے رہنے کے بعد بھی جس کا اشتہار بڑے زور شور سے دیا جاتا ہے، آج ہمارے درمیان بیماریوں کا پہلے سے بھی زیادہ زور ہے اور ہر روز امراض کی نت نئی الجھی ہوئی صورتوں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ لوگ امراض سے لڑتے لڑتے تھکے جا رہے ہیں صحتوں میں مستقل طور پر فتور رہنے لگا ہے اور عام جسمانی حالت کا یہ عالم ہے کہ دن بدن گرتی ہی جا رہی ہے۔

میرے نزدیک اس قدر ترقی یافتہ ہونے کے بعد صحتوں میں اس درجہ گراوٹ پیدا ہونا اس بنیادی غلطی کا نتیجہ ہے جس کا فنِ طب میں آج بھی ارتکاب ہو رہا ہے، یعنے یہ کہ مرض جب آ جائے اور مریض اس میں اچھی طرح پکڑا جائے تب فنِ طب کا دائرۂ عمل اور ذمہ داریوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے نہیں۔ یہ بالکل ایسا ہی ہوا جیسے کوئی شخص گھوڑا چوری چلے جانے کے بعد اصطبل کو قفل لگا کر رکھے یا جیسے پولیس کے سپاہیوں کا حال کہ اس وقت موقع پر پہنچتے ہیں جب بلوہ و فساد ہو چکتا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے بیٹھے دیکھتے رہیں گے اور ہونے والے فساد کو روکنے کے لیے انگلی تک نہیں ہلائیں گے۔ گویا فنِ طب بھی اس وقت تک بیٹھا دیکھتا رہتا ہے جب تک جسم کسی مرض میں مبتلا ہو کر اس سے کش مکش نہیں کرنے لگتا۔ ابھی کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ میں اور نیو یارک کا ایک مشہور طبی مفکر جو ایک میڈیکل کالج میں لیکچرر بھی تھا ایک خاص معاملے میں مشترک طور شریک تھے۔ کانفرنس ختم ہو جانے کے بعد اس نے مجھے علیحدہ لے جا کر کہا۔ "میں آپ کے نئے نظریہ علاج کا کافی مطالعہ کر چکا ہوں لیکن اس میں ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی وہ یہ کہ ایک معقول آدمی جس میں ذرا سی بھی عقل سلیم موجود ہے اور جو ہمیشہ علت سے معلول پر استدلال کرنے کا عادی رہا ہو وہ کس طرح معلول سے علت تک پہنچنے کو جائز قرار دے گا یعنے سیدھی سادی زبان میں میرا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جو علامات مرض سے بیماری کی نوعیت مقرر کر کے علاج کرنے کا عادی رہا ہو وہ مرض کو دیکھ کر اس کے اسباب و علل تک پہنچنے کی بلا وجہ کس لیے کھکیڑ اٹھائے گا لیکن اس کے باوجود تقریبًا تمام طبی ادارے اور میڈیکل کالج وغیرہ آپ کے اصول علاج سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں چنانچہ اسی چیز کے پیش نظر اب کالجوں میں غذا اور تغذیہ کی مخصوص تعلیم کے لیے ایک پروفیسر کا اضافہ ضروری سمجھنے لگے ہیں اور طبی نصاب میں غذائیات کے لیے گنجائش نکالنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔"

میں نے کہا "آپ نے اس وقت دو باتیں کہی ہیں لیکن معاف کیجیے غالبًا دونوں میں سے ایک بات کا بھی مفہوم آپ خود اچھی طرح نہیں سمجھے ورنہ آپ ان کو زبان پر بھی نہ لاتے۔ ذرا خود سوچیے کہ ان دونوں چیزوں میں سے کونسی بات عقل کو زیادہ لگتی ہے۔ محض علامات مرض کو دیکھ کر دوائی علاج کے ذریعہ ان علامات کو دور کر دینا۔ دور کیا کر دینا بلکہ دبا دینا یا مرض کو دیکھ کر اس کے اسباب و علل دریافت و معلوم کر کے ان کو دور کرنے کی کوشش کرنا تاکہ جڑ کو درست کر دیا جائے تو شاخیں اور ٹہنیاں خود بخود ٹھیک ہو جائیں۔ اب اگر یہ لوگ

[1] انگریزی زبان میں اصل میں لفظ میڈیسن استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں دواؤں کے ذریعہ علاج کرنا، اس سے کوئی صاحب غلطی سے طب یونانی نہ سمجھ بیٹھیں۔

اس سیدھی اور صاف حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اپنے دقیانوسی نظریے سے چپکے رہنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں تو شوق سے چپکے رہیں انھیں کوئی نہیں روکتا۔ لیکن انھیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے سائنس بھی کہیں۔

"دوسری بات کالجوں میں غذا اور تغذیہ کی تعلیم کے لیے کسی پروفیسر کا مقرر کرنا۔ لیکن اس ترمیم کے بعد ان کالجوں کی پوزیشن کیا ہوگی۔ آپ نے ذرا اس پر بھی غور کیا؟"

"پہلے تو وہ حضرت میری بات کا مطلب ہی نہ سمجھے لیکن جب میں نے ان کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرائی کہ تمام طبی کالجوں کی تعلیمات میں مرض کے ابتدائی اسباب پر غور کرنے اور ان کے دریافت کرنے کی بہت ہی کم گنجائش ہے۔ مرض کے ابتدائی اسباب کو تو وہ محض راز قدرت سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ بس حالت مرض کو جیسی کچھ بھی وہ سامنے آتی ہے اس کا علاج کرنے پر سارا زور صرف کرتے ہیں چنانچہ انھیں اس سے تو کوئی بحث نہیں ہوتی کہ جسم میں مرض کی ابتدا کن عوامل و اسباب کے تحت واقع ہوتی ہے اور غذا و تغذیہ کی کن خرابیوں کے سبب جسم انسانی میں بگاڑ شروع ہوتا ہے۔ جب صورت معاملہ یہ ہے اور اس کے علی الرغم اپنے طلبا کو یہ پڑھائیں گے کہ مرض کی موجودہ حالت جیسی کچھ بھی ہو وہ جسم انسانی سے علیحدہ کوئی کیفیت نہیں ہے بلکہ جسم ہی کی ایک حالت ہے اور جسم ہی اس حالت کے وجود میں لانے کا ذمہ دار ہے یا بالفاظ دیگر ایک انفرادی صورت ہے اور فرد کے رہنے سہنے سے متعلق ایک خاص قسم کا طرز عمل اختیار کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور اس غلط طرز عمل کی اصلاح کرنے سے ان ابتدائی اسباب کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے جو مرض کا باعث ہوتے ہیں تو ذرا یہ بتایئے کہ ان کا وہ طبی نظریہ جس کے تحت وہ مرض کا علاج کرتے ہیں کہاں باقی رہ جاتا ہے اس پوزیشن کو اختیار کرنے میں اس نظریہ کے تو بالکل پرخچے اڑ جاتے ہیں۔ اس قدرتی راز کو جسے یہ لوگ اب تک اس قدر اہمیت دیتے تھے ہر وہ شخص جان سکتا ہے جو غذائی خرابیوں کی بنیاد پر اسباب مرض کو ڈھونڈھ نکالے گا پھر ان کا نصاب کی مبہم و غیر واضح پوزیشن کو سمجھ لے گا جس میں بیک وقت دو متضاد نظریوں کی تعلیم ہوگی لیکن اس نے کہا کہ اب تغذیہ کی اہمیت اس قدر واضح ہوتی جا رہی ہے کہ رفتہ رفتہ تمام طبی اداروں کو اسی نہج پر تعلیم دینی ہوگی خواہ اس کی خاطر انھیں اپنے پرانے نصاب میں کیسی ہی اہم تبدیلیاں کرنی پڑیں اس لئے یہ بات بھی تسلیم کی کہ ان اداروں کا مدعا اطبا کو صرف تشریحات، نسبجات، مرضیات ہی کی تعلیم دینا ہے مرضیات پر وہ نسبتاً زیادہ زور دیتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ جب حالتِ مرض سامنے ہوگی تو اس نصاب تعلیم کا فارغ التحصیل عقل سلیم سے کام لے کر کچھ نہ کچھ کر ہی لے گا۔ لیکن چوں کہ طبی نصاب میں بیماری کی ہر صورت حال کے لیے مقررہ طریقے تعلیم کر دیے ہیں۔ اس کے بعد شاذ ہی کوئی خدا کا بندہ ایسا ہوگا جو ہر انفرادی کیس کی صورت حال کا بطور خود مطالعہ کر کے لگے بندھے مقررہ نسخوں سے ہٹ کر علاج کرتا ہو۔ حالاں کہ کسی حالت مرض کا صحیح علاج ممکن ہی نہیں جب تک کہ اس کے ان اسباب کے سلسلے کو نہ بند کر دیا جائے جو اس کا باعث ہوتے رہے ہیں یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ دوا بھی دی جاتی رہے اور اسباب مرض کو بھی جاری رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس معمولی سی بات سمجھنے میں کون سا فلسفہ جاننے کی ضرورت ہے۔ معمولی سی عقل کا آدمی بھی اس اصول کو سمجھ جائے گا۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس شخص میں جس نے میرے سامنے طبی نظام تعلیم کے نقائص کو صاف صاف تسلیم کر لیا ہے اتنی ہمت ہوگی کہ یہی بیان وہ اس ملک کے اینڈ سم پیتھ ڈاکٹروں کے سامنے بھی دے سکے؟ بالکل نہیں اس لیے کہ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اسی لمحہ ماہر تشخیص الامراض کی حیثیت سے اس کی شہرت ختم ہو جاتی ہے۔ جب اس نے مجھے بتایا کہ کسی شخص کے بیمار پڑنے کے یہ اسباب ہیں جنھیں میں بھی بنیادی سمجھتا ہوں تو میں نے اس سے وہیں دریافت کیا کہ کیا یہ چیزیں وہ مجھے اپنے ہاں کے طبی لٹریچر میں دکھا سکتے ہیں؟ اس نے اقرار کیا کہ نہیں ہمارے منظور شدہ لٹریچر میں جو کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے یہ کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔ یہ تو میں نے آپ ہی کی کتابوں میں پڑھا ہے اور مجھے اس کا اقرار کر لینے میں کوئی عار نہیں ہے۔"

میں نے اس سے پوچھا کہ کیا اس ماحول میں علاج کے اس نظریہ کو تسلیم کر لینے بعد وہ خود کو یکا و تنہا محسوس نہیں کرتا؟ اس نے جواب دیا کہ میرا یہ احساس اگر ہو بھی تو یہ دوسرے ڈاکٹروں کے ساتھ ناانصافی کرنے کے مرادف ہوگا۔ لیکن جب میں نے اس سے بالکل صاف صاف پوچھا کہ یہاں کتنے ایسے ڈاکٹر ہیں جن کا طریقہ علاج یہ ہے کہ ہر مریض کی حالت

کے پیش نظر وہ نہایت ٹھنڈے دل سے مرض کے اسباب کے کھوج لگانے کی فکر کرتے ہوں اور جب اس انداز سے تجزیہ کرنے کے نتائج کے مقتضیات میں انھیں وہ طریقہ علاج اختیار کرنا پڑے جو ان کے سالہا سال کے رسے بسے نظریات کے خلاف ہو اور جس پر وہ مدتوں سے ایمان رکھے ہوں تو کیا وہ اپنے سابقہ مجہول طریقہ کو اپنے ذاتی استدلال کے مقابلہ میں چھوڑ دیں گے۔ اس پر تو اسے بالآخر کہنا پڑا کہ ہمیں ایسے صاحب فن تو واقعی بہت کم ہیں جو اس طریق پر علاج کرنے والے ہوں لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ اس نقطۂ نظر کو سمجھ اچھی طرح گئے ہیں۔ اس پر رفتہ رفتہ عمل بھی کرتے جا رہے ہیں۔ اگرچہ زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتے اور جو فرق غیر شعوری طور پر ان کے طریقہ علاج میں پیدا ہوتا جا رہا ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اگر آپ کے نظریہ علاج کی مقبولیت کا یہی حال رہا تو وہ دن دور نہیں جب علاج کے متعلق طبی نظریہ میں بنیادی طور پر تبدیلی ہو جائے اور ہمارے طبی ادارے اسے باقاعدہ تسلیم کر کے اپنے ہاں کے نصاب تعلیم کو از سر نو اس نظریہ پر مرتب کریں۔

متعدد بار ہمارے فن کے دعووں کو اس سلسلہ میں زبردست دھکا لگا ہے۔ وہ مریض جنھیں وہ جواب دے چکے تھے اور کہہ چکے تھے کہ ان کا اب اگر کوئی علاج ہو سکتا ہے تو موت ہی آخری علاج ہے، وہ چند ہفتوں اور چند مہینوں کی مدت میں تن درست ہو کر کھڑے ہو گئے اور ان میں سے بعض تو اپنی زندگیوں کا بیمہ کرانے کے قابل ہو گئے۔ یہ لوگ ظاہر میں اس معقول نظریہ علاج کا خواہ کتنا ہی مذاق اڑائیں لیکن دل میں انھیں ماننا ہی پڑے گا۔ اس علاج کے ان معجزنما نتائج کی آخر وہ پھر کیا توجیہ کریں گے؟ یقیناً وہ ابھی سے اپنے سابقہ نظریات میں متزلزل ہو گئے اور اس سوچ میں پڑ گئے ہوں گے کہ کوئی ایسا نقص ہمارے طریقہ تعلیم میں ضرور رہ گیا ہے جس کی وجہ سے یہ طریقہ علاج تمام حالات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ یہ تو ان لوگوں کا حال ہوگا جو ذرا سائنس سے کچھ تھوڑا بہت لگاؤ بھی رکھتے ہیں۔ باقی رہے معمولی مطب کرنے والے ڈاکٹر تو یہ بیچارے تو اس پرانی ڈھگر پر آنکھیں بند کیے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ وہ جو ان کی کتابوں میں لکھا ہے اسی کے مطابق دوائیں اور نسخے تجویز کر دیتے ہیں اور جو خطرناک مریض اس طریقہ علاج سے صحت یاب ہو جاتے ہیں ان کی یہ توجیہ کر کے اپنا دل ٹھنڈا کر لیتے ہیں کہ میاں جب بیماری کو جانا ہوتا ہے تو خواہ آپ کچھ کریں یا نہ کریں وہ خود بخود چلی جاتی ہے۔

پروفیسر کی یہ بات میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ لوگ اپنے پرانے طریقہ علاج کو مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگے ہیں اور اپنی تقریروں اور مقالوں میں صحیح تغذیہ کی اہمیت پر بہت زور دینے لگے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر ایم لسٹر امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے سابق صدر نے اپنے افتتاحیہ ایڈریس میں جو غذا اور مستقبل کا انسان کے موضوع پر آئندہ نسلوں کی تعمیر میں غذائی اہمیت کو بہت زیادہ واضح کیا ہے اور اس نظریہ کی تائید میں بہت کچھ پیش کیا۔

ایک بات میری سمجھ میں اب تک نہیں آئی کہ آخر اس قدر بین شہادتوں کے باوجود فن طب کے ماہروں اور استادوں نے بیماری اور اس کے علاج میں غذا کے مسئلہ پر کیوں غور نہیں کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر جو لیباریٹریوں میں تجربات کیے جاتے ہیں اور جن کے نتائج سے انسانی صحت پر صحیح تغذیہ کی ضرورت و اہمیت واضح ہوتی ہے اس پر جو کچھ بحثیں اور کام ہوتا ہے وہ محض علمی نوعیت کا ہوتا ہے۔ اس پر عمل کرنے کے معاملہ پر سرے سے غور ہی نہیں کیا جاتا کہ علاج الامراض و قیام صحت میں اس سے مدد لی جا سکے۔ دو ممتاز ڈاکٹروں نے گزشتہ موسم سرما میں فلورنڈا میں نہایت کھلے دل سے اس بات کا اقرار کیا کہ غذا و تغذیہ کا معاملہ سائنس کا ایک نہایت اہم مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ علاج کا یہ طریقہ بڑے زور شور کے ساتھ سامنے آ رہا ہے اور دوسرے دوائی طریقہ ہائے علاج قدامت کا لباس عار پہنتے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا "لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ہم لوگوں کو ابھی اس غیر شعوری تبدیلی کا احساس تک نہیں اور نہ ہم اس سلسلہ میں متفکر ہیں حالاں کہ آج مریضوں کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ڈاکٹر کے محض اتنا بتانے سے کہ آپ کو یہ یہ تکلیف ہے اور اس کا میں نے یہ علاج تجویز کیا ہے بالکل مطمئن نہیں ہوتے بلکہ بیماری کا سبب معلوم کرنے پر اصرار کرتے ہیں اور جاننا چاہتے ہیں کہ آخر یہ تکلیف اور یہ عارضہ لاحق کیوں ہوا۔ لیکن ہم ڈاکٹروں کا حال یہ ہے کہ مریض کے اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے اور یونہی آئیں بائیں شائیں کر کے ٹال دیتے ہیں۔ فن طب کے لیے یہ بڑی خطرناک علامت ہے اور ہم لوگوں کو اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے نہایت سنجیدگی سے اس معاملہ پر غور کرنا چاہیے۔

ہمارے پروفیسروں کا حال تو اب بھی یہ ہے کہ جماعت میں پڑھاتے ہوئے طلبا کو ہدایت کرتے ہیں کہ تشخیص مرض میں

بہت زیادہ گھبرے جانے کی کوشش نہ کیا کریں اس لیے کہ اس کی صحیح صحیح توجیہہ کرنا سخت دشوار ہو جائے گا۔ ایک اور ڈاکٹر نے بتایا جو جون ہاپکن کے ساتھ بالٹی مور میں کام کرتا تھا کہ "ہمارے مریض آہستہ آہستہ ہم سے بچھڑتے جارہے ہیں اور علاج بالغذا کی طرف متوجہ ہوتے جا رہے ہیں اور اس سلسلہ میں اچھا خاصا فکرمند ہوں۔"

ایک کیس کا حال میں بیان کرتا ہوں۔ میرے ایک ڈاکٹر دوست کی بہن کے قولون میں زخم ہو گئے تھے۔ وہ ہسپتال میں چار سال تک زیر علاج رہی۔ خون کی کمی کی وجہ سے سفید پڑ گئی تھی۔ کئی بار اس کے جسم میں نیا خون داخل کیا گیا۔ آؤں، پیپ اور خون کے ۳۰۔۴۰ دست روزانہ کا معمول ہو گیا تھا۔ آخر میں وہ میرے زیر علاج آئی۔ دس ہفتہ میں کایا پلٹ گئی۔ وہ عورت جو کل تک لب گور تھی جس کے متعلق یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب وہ نہیں بچ سکتی ہے آج صحت و تن درستی کا مجسمہ بنی ہوئی تھی۔ اب نہ آؤں آ رہی تھی نہ خون، بس روزانہ کھل کر اجابت ہو جاتی اور وہ جو کھاتی تھی نہایت لطف لے کر کھاتی تھی، اس لیے کہ اس کی بھوک پہلے سے بھی بہت زیادہ کھل گئی تھی۔ یہ کیس جو اس کے سابق معالج کے سامنے آیا تو وہ ششدر رہ گیا اور یہ ماننے پر مجبور ہو گیا کہ ضرور ہمارے طریقہ علاج میں کوئی نقص ہے چنانچہ اس نے میرا سارا لٹریچر مطالعہ کے لیے منگایا اور اس کی روشنی میں فن طب کا از سر نو مطالعہ کیا۔ اس نئے زاویہ نگاہ سے طب کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک روز وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اب علاج کرنے میں لطف ہی اور آتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب تک سخت فریب میں خود بھی مبتلا تھے اور اپنے مریضوں کو بھی دھوکے میں رکھتے تھے۔

اس نے متعدد مریضوں کے تجربات مجھے سنائے جو اس کے لیے بے حد دلچسپ تھے، لیکن میرے لیے تو ان میں کوئی بھی نئی بات نہیں تھی۔ میرے خیال میں ان حالات میں اور اس طریقہ علاج کے اختیار کرنے کے بعد تعجب تو اس وقت ہونا چاہیے تھا جب یہ متوقع نتائج برآمد نہ ہوتے۔ ورنہ اس علاج کا منطقی نتیجہ تو یہی تھا جو ہوا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ میں نے کوئی نئی چیز تجویز کر دی ہے حالاں کہ اگر وہ حکیم بقراط کا مطالعہ کریں تو انھیں معلوم ہوگا کہ اس کا بھی اسی اصول پر ایمان تھا کہ علاج تو قدرت (طبیعت) خود کرتی ہے۔ طبیب کا کام تو فقط اتنا ہے کہ وہ طبیعت، جسم کی بیماری کو دفع کرنے کی جو کوشش ہے اس میں ممد ہو۔ اور یہ کہ جو بھی اثر پڑے وہ طبیعت کی موافقت میں ہو مخالفت میں نہیں[1]

سات آٹھ سال کا ذکر ہے کہ ایک نوجوان موٹر کے

[1] ہمدرد صحت طب قدیم میں اس اعتبار سے اب تک کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ ان کا اصول علاج اب بھی یہی ہے کہ دوائی علاج طبیعت کے دفع مرض کی کوشش میں ممد ہونا چاہیے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے طبیبوں نے اس جہت میں مزید کوئی ترقی نہیں کی اور مکمل جمود کا ثبوت دیا۔ یورپ کے پاس بھی علم کا وہی یونانی ذریعہ تھا جو ہمارے پاس تھا اور انھوں نے ترقی کی۔ لیکن چوں کہ وہ زندگی کے معاملہ میں غلط روش پر پڑ چکے تھے، اس لیے طب کے شعبہ میں بھی ان کی ترقی کی دیوار ٹیڑھی ہی اٹھی۔ انھوں نے مرض ہی کو اصل سمجھ کر اس کا علاج کرنا شروع کر دیا۔ یعنی علامات مرض پر اکتفا کر کے اپنی تمام کوششیں اسی ایک نقطہ پر مرتکز کر دیں کہ ان ظاہر علامات کو دور کر دیا جائے تو مرض جاتا رہے گا۔ مرض رہے گا تو یہ علامات بھی رہیں گی۔ اگر علامات کو دفع کر دیا گیا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ مرض بھی اچھا ہو گیا۔ یہ ایک قطعی غلط نظریہ ہے اور قانون فطرت کے عین خلاف ہو۔ مثال کے طور پر اسے یوں سمجھیے کہ اگر امتلا و استفراغ ہونے لگے گا تو وہ اپنی کامیابی اسی میں سمجھیں گے کہ مریض کو ایسی دوا دے دی جائے جس سے اس کا امتلا و استفراغ کا سلسلہ بند ہو جائے، حالاں کہ اس کے برعکس ہونا یہ چاہیے کہ طبیعت کی اس کوشش کو جو وہ فاسد و زہریلے مادوں کے خارج کرنے کے لیے کر رہی ہے، مزید کمک و تقویت پہنچانی چاہیے۔ اسی طرح اگر کسی کو دست آنے تو انھیں فوراً بند نہ کر دینا چاہیے کہ یہ بالکل قطعی غلط طریقہ علاج ہوگا۔ اس سے بدیہی نقصان جو مریض کو ہوگا وہ یہ ہے کہ وہ فاسد و سمی مادے جنھیں آنتوں سے طبیعت نے خارج کرنا چاہا تھا اور وہ کر رہی تھی آپ اپنی نادانی سے، ناسمجھی سے انھیں اندر ہی روک کر رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے آنتوں میں رہنے اور سڑنے سے چند ہی روز بعد کوئی اس سے بھی زیادہ خوف ناک مرض کھڑا ہو جائے اس قسم کے طریقہ علاج سے ہمیں نقصان ہی کی توقع رکھنی چاہیے فائدہ کی نہیں۔ اس کے مقابلہ میں صحیح صورت یہ ہونی چاہیے تھی اور اس کے اختیار کرنے میں طب قدیم اس وقت میدان عمل بالکل تن تنہا ہے کہ دوا اگر دی جاتی ہے تو وہ ایسی ہونی چاہیے کہ طبیعت کی اس کوشش میں مددگار و معاون ہو نہ کہ مخالف۔ اول تو اصل سبب مرض کو دور کر دینے کے بعد مرض خود بخود ہی جاتا

(باقی فٹ نوٹ صفحہ پر)

پنچے آگیا۔ اس کے پیڑو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس لیے کہ جب اس کو چت لٹایا تو اس کے پاؤں پھرے ہوئے تھے۔ دو مقامی سرجن اس پر بُری طرح پلے ہوئے تھے۔ اس کی خراشوں اور چوٹوں کی مرہم پٹی کر رہے تھے۔ ان اللہ کے بندوں کو اس سے کوئی واسطہ نہ تھا کہ مریض کی حالت کیا ہے کیا ہوتی جارہی ہے مریض کو دیکھا تو اس کی حالت لمحہ بہ لمحہ گرتی جارہی تھی۔ غالباً اندر کوئی ایسی ضرب آگئی تھی کہ رگ پھٹ کر جریان خون شروع ہوگیا تھا۔ میں بالکل اجنبی تھا۔ میں نے لڑکے کی حالت کو دیکھ مشورہ دیا کہ اس کے والدین یا کسی رشتہ دار وغیرہ کو فوراً اطلاع کردینی چاہیے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ موقع واردات سے ۲۰ میل کے فاصلے پر رہتے تھے۔ ان دونوں ڈاکٹروں نے میرا مذاق اڑایا اور کہا "میاں ہوا کیا ہے جو خواہ مخواہ ان بچاروں کو پریشان کیا جائے" لیکن جب میں نے کہا کہ ذرا اس کے مثانے میں قاثاطیر (کیتھیر) ڈال کر دیکھو اس کی حالت نہیں دیکھتے کہ کیا سے کیا ہوتی جارہی ہے کہیں ان معمولی خراشوں سے انسان کا یہ حال ہوتا ہے۔

اس پر اُنھوں نے قاثاطیر ڈالا تو معلوم ہوا کہ مثانہ خون سے بھرا پڑا ہے۔ پیڑو کی ہڈی کے ٹوٹ جانے سے مثانہ میں بھی سوراخ ہوگیا تھا اور جریان خون اس قدر ہوچکا تھا کہ اب اس کی تلافی نہیں ہوسکتی تھی۔ چنانچہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے وہ مریض اس سے پہلے کہ اس کے عزیز اقارب پہنچیں، جان بحق تسلیم ہوچکا تھا۔

اس قسم کی حرکات ان لوگوں کے ہاتھوں آئے دن ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن ان سب پر پردہ پوشی کردی جاتی ہے ورنہ کچھ بعید نہیں کہ بہت جلد تمام پبلک اس طریقہ علاج کے خلاف بھڑک اُٹھے۔ ضرورت ہے کہ اس طریقہ علاج کی غلطیوں کو فاش کردوں اور بتادوں کہ کوئی مرض اچھا نہیں ہوسکتا جب تک اس کے اصل اسباب کو جو اس مرض کا واقعی طور پر باعث ہورہے ہیں دور نہ کیا جائے۔ جتنی اوپری اور سطحی کوششیں کی جائیں گی وہ بالکل بے کار ثابت ہوں گی۔ اس میں اضاعت وقت، اضاعت مریض اور اضاعت مال گویا سہ گونہ نقصان ہے۔

جب صورت معاملہ یہ ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ بیماریوں اور امراض کے اسباب خود انسان کے اپنے اندر پیدا ہوتے کہیں باہر سے نہیں آتے۔ اس لیے تعمیری کام جو بھی کیا جاسکتا ہے وہ مریض ہی کی مدد سے کیا جاسکتا ہے۔ اس اصل سبب کو دور خود مریض ہی کرسکتا ہے۔ چنانچہ اسے چاہیے کہ اپنی غذا اور تغذیہ کی غلطیوں کو دور کرے اپنے اندرون کو فاسد زہریلے مادوں سے یکسر پاک کرے۔ پھلوں کے رس ترکاریوں کے شوربے سے خون کے توازن کو ٹھیک کرے۔ اس اصلاح کے بعد اگر کسر باقی رہ جائے اور مرض تکلیف دے تو پرہیزی غذا کو جاری رکھا جائے اور دوائی علاج سے مدد لے کر طبیعت کی مدد کی جائے۔ آپ دیکھیں گے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں طبیعت مرض پر غالب آجائے گی۔

لیکن اس طریقہ علاج کے اختیار کرنے میں اور عوام کو اس اصول علاج کی تعلیم دینے میں ڈاکٹروں کا سارا فائدہ مارا جاتا ہے۔ اس لئے کہ جب خود مریض اپنا معالج بن جائے گا اور اس کی صحت بھی درست ہوجائے گی تو پھر اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ ان دوافروش ڈاکٹروں کے پاس جاکر اپنا وقت روپیہ اور قوت جسم ضائع کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹری کے خلاف اب تک اتنی شہادتیں بہم پہنچ چکی ہیں کہ اگر جلدی اس نے اپنی تعلیم میں بنیادی تبدیلی نہ کی تو وہ دن دور نہیں کہ عوام میں اس کی پوزیشن گرجائے اور لوگ اس سے اسی طرح خوف کھانے لگیں جس طرح زہر اور مضر صحت اشیا سے۔

باقی فٹ نوٹ صہ ۔ رہ گیا لیکن اگر مرض پرانا ہے تو اس صورت میں دوا کی مدد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس سے مہینوں کا ہفتوں میں اور ہفتوں کا کام دنوں میں ہوجائے گا۔

میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ یہ لوگ جو مرض کو جسم انسانی سے غیر متعلق ایک علیحدہ شے مان کر معاملہ اور برتاؤ کرتے ہیں اُنھوں نے اس فن شریف کو سبت نقصان پہنچایا ہے۔ ان کے ہاتھ سے جتنے مریض بھی اچھے ہوتے ہیں اگر آپ مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ خود بخود ان کی دواؤں کے اثرات کے علی الرغم طبیعت نے اچھا کردیا۔ چوں کہ ان کی دواؤں کے دوران استعمال میں صحت ہوتی ہے بس اب ان کی چڑھ بنی خواہ آپ کچھ ہی کیجیے!

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت

۱۳ سال کی عمر میں میں نے پہلی بار سگریٹ کا ذائقہ چکھا۔ ہرچند مجھے پینا نہیں آتا تھا، لیکن ان دوستوں کی محفل میں جہاں لمبے لمبے کش لگ رہے ہوں میں کیسے چھوٹا کش لیتا۔ میں نے بھی ایک لمبا سا کش لیا۔ میرے دوستوں میں جو عادی تھے ان کو تو لمبے کش سے ایک گونہ سرور حاصل ہوا اور وہ گویا شست ہو کر رہ گئے۔ لیکن مجھے کھانسی نے آن پکڑا، سر چکرانے لگا اور ایسی زبردست امتلائی کیفیت کہ میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یہ میرا پہلا تجربہ تھا اور بڑا تلخ تجربہ تھا۔ قاعدے کی رو سے اس کے بعد سے مجھے سگرٹ کو ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہیے تھا لیکن بھلا ہمارے ساتھی کب ماننے والے تھے۔ سر ہو گئے کہ نہیں تم ہماری پارٹی میں سگرٹ پیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اگر ہم سے دلچسپی ہے اور ہمارے ساتھ نشست و برخاست چاہتے ہو تو تم سگرٹ سے بائیکاٹ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اس کے بعد مجھے ہلکے کش لینے کی ہدایت ہوئی اور چھ سات روز کے اندر اندر میری کیفیت ہی بدل گئی۔ وہ شخص جس پر پہلے کش سے کھانسی کا ایک لمبا دورہ پڑا تھا اور وہ گرانی سر اور شدید امتلائی کیفیت میں مبتلا ہو گیا تھا آج وہ کش پر کش لے رہا تھا اور مگن تھا۔ ابھی میرے خون میں وہ لپک پیدا نہیں ہوئی تھی محض تفریحاً پیتا تھا۔ لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ کچھ ہی عرصہ بعد سگرٹ نوشی میرے لیے تفریحی مشغلہ سے گزر کر ایک عادی مشغلہ بن جائے گی۔ چنانچہ یہی ہوا۔ دو تین ماہ بعد مجھے اچھی خاصی عادت ہو گئی اور روز بروز سگرٹوں کی تعداد بھی اضافہ ہونے لگا۔

سترہ سال کی عمر میں میری شادی ہوئی۔ سگرٹ پیتے ہوئے اب مجھے پانچ سال ہونے کو آئے تھے۔ میرے منھ سے ہر وقت سگرٹ لگا رہتا تھا۔ سارا دن میں شاید ہی کچھ منٹ ایسے ہوں گے جن میں سگرٹ میرے ہونٹوں سے علیحدہ رہتا ہو۔ میں اسے اپنا سچا ہمدرد اور ایسا رفیق سمجھتا تھا جو کسی وقت بھی مجھ کو علیحدگی نہ برداشت کرتا ہو۔ کسی وقت اگر میں چاہوں بھی کہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے اس پرانے رفیق سے رخصت لے لوں تو یہ ممکن نہ تھا۔ اس کا خیال میری رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا اور میرے خون میں اس طرح گردش کر رہا تھا جیسے اسی کے ہاتھ میں میری زندگی ہو۔ یہ مجھ سے علیحدہ ہوا تو میں بھی نہ رہوں گا۔ سگرٹ نوشی کے ساتھ میرا شغف گویا اس حد تک بڑھا ہوا تھا۔ شادی کے ۵-۶ ماہ بعد میری طبیعت کچھ خراب سی رہنے لگی۔ کھانسی کا ٹھسکا تو مجھے پہلے ہی سے تھا اب اس میں بھی کافی زیادتی ہو گئی اور میری بھوک بھی کم ہو گئی۔ کبھی کبھی کھانسی کی گولیاں کھا لیتا تو اس سے کچھ افاقہ ہو جاتا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد کھانسی کی گولیاں بھی بے اثر ہو کر رہ گئیں۔ اس پر بھی میں نے کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ زندگی کی گاڑی لڑکتی پڑکتی اسی طرح چلتی رہی۔ ایک روز کھانسی کا اتنا زبردست دورہ پڑا کہ میں گھبرا گیا اور بلغم کے ساتھ خون کی دھاری بھی آنے لگی اور ہر مرتبہ کھانسی کے دورہ کے بعد جب بھی بلغم اکھڑ کر آتا اس کے بیچ میں خون کے دو تین نقطے بھی لگے ہوئے ہوتے۔ میں نے اب بھی اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی اور نہ کوئی علاج کیا۔ اس لیے کہ ابھی میرے سینے وغیرہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کھانسی کا سبب کیا ہے۔ اپنے بہترین غمگسار رفیق سگرٹ کی طرف میرا ذہن منتقل بھی نہیں ہوا کہ یہ مجھے اس نوعیت کا کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میں حسب عادت خوب سگریٹ پیتا رہا۔ چھ مہینے اور اسی حال میں گزر گئے۔ لیکن اب میری قلب کے نواحی حصہ میں کافی تکلیف ہونے لگی۔ اور ہر مرتبہ جب بھی میں کھانستا بلغم کے ساتھ خون کی پھٹکیاں بھی آتیں۔ اب میں ڈر گیا اور اندر سے دل کہنے لگا کہ اب تجھے پھیپھڑے کی دق ہو گئی ہے بچ نہیں سکتا۔ ایک ماہ بعد تو اس خیال کا میرے اعصاب پر ایسا اثر پڑا کہ میں صاحبِ فراش ہو گیا۔

ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس نے میرے پھیپھڑوں کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد کہا ویسے تو کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ایکس رے کرائیے تاکہ صحیح صحیح اندازہ ہو اور کوئی حتمی حکم لگایا جا سکے۔ حسب ہدایت میں نے اپنے پھیپھڑوں کا ایکس رے کرایا۔ لیکن دق کی کوئی علامت پھیپھڑوں میں نہیں پائی گئی۔ میں حیران تھا کہ جب دق نہیں ہے تو پھر کھانسی اور پھیپھڑوں سے خون آنے کا کیا سبب ہے؟ ڈاکٹر سے مزید مشورہ کے لیے اس کے مطب میں دوبارہ گیا۔ وہ کسی مریض کو دیکھنے باہر گیا ہوا تھا۔ اور اس کے اسسٹنٹ نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب ابھی تیس چالیس منٹ میں آتے ہوں گے۔

آپ انتظار کیجیے۔

ڈاکٹر کے ہاں کچھ اخبارات اور رسائل آنے جانے والوں کے مطالعہ کے لیے ایک بڑی میز پر رکھے تھے۔ میں نے سوچا کہ جب تک ڈاکٹر آئے کسی رسالے ہی سے دل بہلاؤں۔ اردو انگریزی کے متعدد رسالے میز پر پڑے تھے۔ اخبارات کا مطالعہ تو دوسرے لوگ کر رہے تھے۔ میں نے اپنے لیے کوئی دلچسپ سا رسالہ چھانٹنے کی کوشش کی۔ ان میں ہمدرد صحت بھی تھا۔ میں نے اسی کو اپنے لیے چن لیا کہ دیکھوں اس صحت کے ہمدرد نے مریضوں سے کیا ہمدردی دکھائی ہے۔ یہ جون سنہ ۴۳ء کا پرچہ تھا۔ میں نے اس کی فہرست مضامین پر نظر ڈالی تو تیسرے نمبر پر مجھے ڈاکٹر ایش لے مونٹیگ کا ایک مضمون "تمباکو نوشی" نظر پڑا۔ میں نے سوچا کہ دیکھیں اس یورپین مصنف نے تمباکو نوشی پر کیا لکھا ہے؟ اس کی خوبیاں بیان کی ہیں یا برائی لکھی ہے۔ چنانچہ اسی کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ابھی میں نے مضمون ختم بھی نہیں کیا تھا کہ میرے حواس باختہ ہونے لگے۔ میں عجیب چہ مے گنم میں پڑ گیا۔ مضمون میں اس قدر واضح طور پر مصنف نے تمباکو اور سگریٹ نوشی کے مضرات بیان کیے تھے کہ ان کا انکار ناممکن تھا۔ اس کو دیکھتے ہی میری کھانسی کا سبب اور بلغم میں خون آنے کی وجہ میری سمجھ میں آگئی۔ آج پہلی مرتبہ مجھے معلوم ہوا کہ اس روگ اور عارضے کا سبب میرا پرانا رفیق سگریٹ تھا۔ میں اس کم بخت سے عشق کرتا رہا اور یہ اندر ہی اندر جلاتا رہا۔ میرے دل کو دوست کی اس بے وفائی اور غداری پر ایک جھٹکا سا لگا۔ پریشان یوں تھا کہ مجھ بے وقوف کو اس سے اب بھی محبت تھی۔ ایسے بیوفا رفیق سے بہر حال میرا نبھاؤ تو ہونا اب مشکل تھا۔ لیکن اس تصور سے میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

اس کے بعد ڈاکٹر کے انتظار میں بیٹھنا بیکار تھا۔ مجھے کھانسی کا علاج بھی معلوم ہو گیا۔ دق تو مجھے تھی ہی نہیں کہ میں پریشان ہوتا۔ خود ایکس رے اور ڈاکٹر کی رپورٹ اس پر گواہ تھی۔ تمباکو نوش کی کھانسی کا سہل ترین نسخہ جو ڈاکٹر مونٹیگ نے بتایا ہے وہ ترک سگریٹ نوشی ہے۔ سو یہ کام تو خود میرے ہی کرنے کا تھا۔ اس میں ڈاکٹر و طبیب کیا کر لیتا۔ میں ڈاکٹر کے مطب سے اٹھ کر سیدھا مکان آیا۔ اسی مضمون کو پھر دوبارہ پڑھا۔ اس کا اثر مجھ پر اتنا اچھا پڑا کہ اس سگریٹ کو جسے میں اپنے ہونٹوں سے لگائے رکھتا تھا اپنے پاؤں سے کچل ڈالا۔ مجھے اپنی صحت کے دشمن سے سخت نفرت ہو گئی۔ میں اس کی شکل تک سے بیزار ہو گیا۔ اپنی طبیعت کو مزید تقویت پہنچانے کے لیے میں ایک ہفتہ تک روزانہ اس مضمون کو پڑھتا رہا تاکہ اس جان لیوا شے سے میری نفرت میں روزافزوں اضافہ ہوتا رہے اور زندگی کے کسی دور میں پھر کبھی اس کی طرف راغب نہ ہونے پاؤں۔

اس کے بعد میں روزانہ صبح ہوا خوری کو جانے لگا تاکہ تازہ تازہ ہوا کی مدد سے اپنے پھیپھڑوں میں سے سگریٹ نوشی کے خراب اثرات کو دور کر دوں۔ یہ سن کر آپ حیران ہوں گے کہ تیسرے ہی روز سے میری کھانسی میں کمی ہونی شروع ہو گئی اور ایک ہفتہ کے اندر اندر نہ مجھے کھانسی کے لمبے دوروں نے ستایا اور نہ پھر بلغم میں کبھی خون آیا۔ اور دو ماہ بعد تو ایسا محسوس ہوا کہ میرے پھیپھڑے کھانسی کے خراب اثرات سے بالکل پاک ہو گئے۔ سگریٹ نوشی کا میرے معدے اور نظام ہضم پر بھی خراب اثر پڑا تھا۔ میری بھوک مستقل طور پر ماری گئی تھی۔ قبض بھی رہنے لگا تھا اور اسی کے اثر سے دورانِ سر اور درد سر کی شکایات بھی آئے دن رہنے لگی تھیں۔ معدے پر بھی سگریٹ ترک کرنے کا اچھا اثر پڑا لیکن بھوک پوری طرح نہیں کھلی۔ اس کا علاج میں نے یہ خود ہی سوچا کہ جب تک اچھی طرح بھوک نہ لگے ٹھوس غذا نہ کھاؤں۔ چنانچہ دو دن کے مکمل فاقے کے بعد مجھے کچھ تھوڑی بہت بھوک لگنی شروع ہوئی۔ میں نے سوائے پانی کے کچھ نہیں پیا زیادہ سے زیادہ لیموں کا رس پی لیتا۔ چوتھے روز جب مجھے بھوک نے ذرا زیادہ ستایا تو میں نے روٹی وغیرہ پھر بھی احتیاطاً نہیں کھائی۔ سنگترہ کا رس، انگور اور لیموں کے رس پر ہی اکتفا کیا۔ رات کے وقت جب بھوک کی شدت ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ گئی تو اس وقت میں نے گائے کے دودھ کی دو پیالیاں پیں اور بس۔ صبح کو روزانہ سیر کو جاتا رہا۔ قبض کا کوئی علاج نہیں کیا۔ اس دوران میں پھلوں کا رس پیتا رہا۔ اس کا اتنا اچھا اثر پڑا کہ اجابت خود بخود ہونے لگی اور آنتوں میں جما ہوا فضلہ خود بخود خارج ہونے لگا۔ صبح کی سیر، پھل اور دودھ کے استعمال نے میری طبیعت میں عجیب قسم کی شگفتگی پیدا کر دی۔ اب میں اپنے اندر تن درستی کے آثار محسوس کر رہا تھا۔ ۸ روز پھلوں اور دودھ پر گزارہ کرنے کے بعد میں نے روٹی کھانا شروع کی۔ لیکن دودھ اور پھلوں کا مجھے ایسا چسکا پڑا کہ روٹی کم کھاتا اور پھل زیادہ استعمال کرتا۔ میرے ایک طبیب دوست نے مجھے شہد کے استعمال کا مشورہ دیا۔ میں دودھ میں

(باقی ھذا پر دیکھیے)

آپ کا پِتّا

اس کا فعل اور اسکی وظائفی خرابی کا علاج

بہت سے لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ انسان کے جسم میں جو پتا ہوتا ہے، اس کی جگہ اور اس کا فعل اور پورے نظام جسمانی سے اس کا تعلق کیا ہے۔ یہ ناشپاتی کی شکل کی ایک چھوٹی غشائی تھیلی ہے جو جگر کی زیریں سطح سے منسلک ہوتی ہے اس کی دائیں جانب کی نچلی پسلی کے بالکل نیچے۔ اور جب کسی بیماری کے باعث پتا بڑھ جاتا ہے تو گہرا سانس لینے کے وقت اوپر سے چھو کر دیکھا جا سکتا ہے۔ پتے کا تنگ مخروطی سرا صفرا کی اس گزرگاہ سے ملا ہوا ہوتا ہے جو جگر سے بالائی امعائی رقبہ کی طرف جاتی ہے۔ یہ راستہ اور لبلبہ (عنق الطحال) سے آنے والا راستہ ایک ہی سوراخ کے ذریعہ آنتوں کے رقبہ میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ نظام ہمارے فعل کو بڑی مدد پہنچاتا ہے کیوں کہ صفرا اور لبلبہ کے سیال مادے ہمارے لیے سب سے زیادہ طاقت ور ہاضم اجزا کا کام دیتے ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ پتے کا فعل یہ ہے کہ صفرا پیدا کرے۔ صفرا کی پیدائش جگر میں ہوتی ہے اور پتا اسے مرکوز کر کے اس کا ذخیرہ جمع کرتا ہے۔ صفرا جگر سے نکل کر ایک مخصوص نالی سے گزرتا ہے (جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے) اور پتے کی غشائی تھیلی میں داخل ہوتا ہے۔ امعائی نالی میں صفرا براہ راست داخل نہیں ہوتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک چھوٹا سا مدوّر عضلہ جسے "عضلہ عاصرہ" کہتے ہیں صفرا اور عنق الطحال کے سیال مادہ کے مشترک منفذ کو غیر ضروری اوقات میں بند کیے رہتا ہے، یعنے دو غذاؤں کے درمیانی وقفے میں یہ عضلہ سکڑ جاتا ہے اور عروق ہاضم کو امعا میں داخل نہیں ہونے دیتا۔ کھانا کھانے کے فوراً بعد ہی جب کہ بالائی امعا میں غیر ہضم شدہ غذا موجود ہوتی ہے یہ "عضلہ عاصرہ" ڈھیلا ہو جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ پتے کی غشائی تھیلی سکڑ کر اپنے جمع شدہ صفرا امعا میں داخل کر دیتی ہے تاکہ چربیاں اور دہنی غذائیں ہضم ہو جائیں۔ کھانوں کے درمیانی وقفہ میں جب کہ آنتوں کا سوراخ بند رہتا ہے، صفرا پتے کی تھیلی میں جمع ہوتا رہتا ہے تاکہ آئندہ کھانے کے وقت تک اُس کی مقدار کافی ہو جائے۔

چوں کہ پتا آنتوں سے براہ راست تعلق رکھتا ہے اس لیے اس میں قبول سمیت کا رجحان بھی زیادہ ہوتا ہے اور جب بالائی آنتوں کا رقبہ عام طور پر مسموم ہو جاتا ہے تو پتا بھی اکثر اس سے متاثر ہوتا ہے اور اس مسمومیت میں جلد شریک ہو جاتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آنتوں کی سمیت کے اخراج و اصلاح کے کچھ دنوں بعد تک پتے میں سمیت موجود رہتی ہے اور ایک کہنہ مرض کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ خاص طور پر جب ٹائی فائڈ کے نامی جراثیم کا زہر آنتوں میں پھیلتا ہے یا بعض اقسام کے "امیبا" یعنے یک خلوی جراثیم حملہ آور

بقیہ مضمون صفحہ ۹۔ شہد ڈال کر روزانہ پینے لگا۔ اس سے میری صحت اور بھی بہتر ہونے لگی۔ میرا وزن بڑھنے لگا اور دو ماہ کے اندر اندر میرا سینہ سگرٹ نوشی کے تمام فاسد اثرات سے قطعی طور پر پاک ہو گیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ مجھے اس نے اپنے فضل سے اتنی قوت ارادی عطا کی کہ میں سگرٹ نوشی کو ترک کر سکا۔ میری کیفیت اب یہ ہے کہ جب کبھی میں کسی کو بھی سگرٹ سلگاتے یا پیتے دیکھتا ہوں تو میرا بس نہیں چلتا کہ میں اس کے ہونٹوں سے سگرٹ کھینچ لوں اور بتاؤں کہ یہ کس قدر مضر شے ہے اور انسان کی صحت کو کس حد تک تباہ و برباد کر سکتی ہے۔ مجھے یقیناً دق ہو جاتی اگر میں بر وقت سگرٹ نہ چھوڑ دیتا ہر چند ابھی تک پھیپھڑوں میں تپ دق نے منہ نہیں نکالا تھا لیکن وہ ان کے اندر چھپا تو بیٹھا تھا۔ اس سے تو کسی ذی ہوش و باعلم آدمی کو انکار نہ ہوگا۔ ع

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت

منیر احمد متعلم بی۔ اے۔ دہلی

ہوتے ہیں تو یہ صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے۔

پتے کے شدید اور سمیت آمیز امراض عام طور پر ادھیڑ اور عمر رسیدہ لوگوں میں پیدا ہوتے ہیں اور عورتیں بھی بڑی تعداد میں ان کا شکار رہتی ہیں۔ اب تک اطمینان بخش طریقے پر اس امر کی تحقیقات نہیں ہوئی ہے کہ خوردبینی نامی اجسام پتے میں کیوں کر داخل ہو کر اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ ظاہر راستہ یہی دکھائی دیتا ہے کہ آنتوں کے حصہ اور پتے کو ملانے والی جو نالی ہے اسی کے ذریعہ صفرا کے ساتھ یہ مسموم مادے داخل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ خون کی دھاروں کے ذریعہ بھی اس طرح کی سمیت کے پہنچنے کا امکان موجود ہے کیوں کہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ پتے کا اوپری حصہ اندرونی سطح سے مقابلتاً زیادہ مسموم ہوتا ہے۔ دوران خون کے ساتھ سمیت پہنچانے والے ذرائع میں یہ چیزیں شامل ہیں۔ دانت، لوزۃ الحلق، ناسوری پھوڑے اور کوئی مقامی خرابی۔

پتے کی بیماری کے ہلکے ہلکے حملے اس طرح بھی ہو سکتے ہیں کہ مریض ان کا خیال نہ کرے اور انھیں معمولی درد شکم سمجھ لے۔ لیکن پتے میں جو مخصوص سمیت پیدا ہوتی ہے، اس کا پہچان لینا کسی طبیب کی ماہر آنکھوں کے لیے مشکل نہیں ہے۔ اس سے جو حالت پیدا ہوتی ہے وہ تیزی سے ترقی کرتی ہے اور پیٹ کے اوپر کے حصے میں شدید درد ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ متلی بھی ہوتی ہے اور قے بھی۔ بخار بھی اس کا ایک لازمہ ہے جو کبھی کبھی ۱۰۵ ڈگری فارن ہائٹ تک پہنچ جاتا ہے۔ سب سے پہلے اس کا علاج طبی طریقوں پر کیا جاتا ہے۔ اور مریض کی پوری نگرانی کی جاتی ہے۔ عام طور پر اسی سے افاقہ ہوتا ہے اور عمل جراحی کی نوبت نہیں آتی۔ اس بیماری میں اپنے مرض کی تشخیص خود کرنا اور اس کا علاج بھی خود ہی کرنا ہمیشہ خطرات سے معمور ہوتا ہے۔ جلد از جلد کسی اچھے طبیب سے اس کے متعلق مشورہ کرنا چاہیے۔

پتے کی بیماری اگر پرانی ہو جائے تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ سمیت کے باعث اس میں ایک کہنہ ورم کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی اندرونی دیوار میں تبدیلی ہونے لگتی ہے جس سے اکثر جگر کا فعل بھی خراب ہو جاتا ہے اور مثانے میں پتھری بھی پڑ جاتی ہے۔ پتے کا پرانا مرض بہت عام ہے اندازہ کیا گیا ہے کہ وہ تمام عورتیں جو چالیس برس کی عمر سے گزر چکی ہیں اور کئی بچے پیدا کر چکی ہیں، پتے کی بیماری میں کم و بیش مبتلا ہوتی ہیں۔ بعض حالتوں میں یہ کہنہ بیماری کسی ابتدائی شدید حملہ سے شروع ہوتی ہے۔ مگر اکثر حالتوں میں اس کا سبب پُرخوری، مٹاپے، شراب نوشی یا وضع حمل سے پیدا ہونے والی خرابیوں میں پایا جا سکتا ہے۔ ان حالات سے پتے کے مرض کا رشتہ اس قدر قریب ہے کہ سب سے پہلے طبیب کی توجہ ان ہی اسباب کی طرف ہوتی ہے۔

پتے کی سمیت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تمام علامتیں پیٹ کی دائیں اوپری سمت کی بجائے (جو پتے کا علاقہ ہے) معدے کی طرف منسوب کی جا سکتی ہیں۔ اس میں جو اصلی تکلیف ہوتی ہے وہ غذا کے بعد اذیت و کرب کی صورت میں شروع ہوتی ہے۔ یہ تکلیف اس وقت نمایاں ہوتی ہے جب غذا معدے میں اترنے لگتی ہے اور اس کے فوراً بعد ہی پھیلنے لگتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معدے کی گنجائش گھٹ گئی ہے اس لیے کہ غذا کے چند ہی لقمے کھانے کے بعد مریض کو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے اس نے زیادہ غذا کھا لی ہے۔

اس تکلیف دہ صورت حال کا سبب یہ ہے کہ معدے کا حصۂ زیریں پتے کی سمیت کے باعث بہت جلد التہاب اور سوزش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اس سے معدے کے بیرونی راستے میں تشنج پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معدے کے حصۂ زیریں سے غذا بہت آہستہ آہستہ باہر نکلتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ معدے میں غذا کی گنجائش کم ہو جاتی ہے، اور چوں کہ مریض کو کھانے سے سیری نہیں ہوتی اس لیے اکثر اس کو کھانا کھانے کے دو تین گھنٹے کے اندر ہی بھوک معلوم ہونے لگتی ہے۔ پتے کا مرض جب کہنہ ہو جاتا ہے تو ڈکاریں بھی کثرت سے آنے لگتی ہیں، چوں کہ جسم چربی کو برداشت نہیں کرتا۔ اس لیے چربی اور روغن والی غذائیں سخت تکلیف پہنچاتی ہیں اور پتا بھی کمزور اور نازک ہو جاتا ہے اور جو درد و کرب غذا کے بعد شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹے یا اس سے زیادہ دیر تک پریشان کرتا ہے۔ سوڈے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور کبھی کبھی ڈکاریں آنے سے ذرا سا افاقہ ہو جاتا ہے۔

جو لوگ پتے کے مرض کہنہ میں مبتلا ہوتے ہیں ان پر کسی وقت بھی درد و کرب کا شدید حملہ ہو سکتا ہے۔ اور اس بیماری میں پتھری کے باعث اور بھی پیچیدہ علامتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پتے میں اگر پتھری پڑ جاتی ہے تو یہ سنگ

ریزے" اس نالی میں بھی قیام پذیر ہو جاتے ہیں۔ جو صفرا کو آنتوں کے رقبہ کی طرف پہنچاتی ہے۔ اس سے کبھی کبھی جگر اور پتّے سے صفرا کے نکل چلنے کا راستہ ہی مسدود ہو جاتا ہے اور اس صورت حال سے مرض یرقان پیدا ہوتا ہے۔

اگر پتّے کا کہنہ مرض پیچیدہ نہ ہوا ہو تو اس کا علاج بذریعہ طب بھی ہوتا ہے اور بذریعہ جراحت بھی۔ کچھ دنوں تک سرجنوں کا یہ خیال تھا کہ پتّے کا مرض خواہ کسی قسم کا ہو پتّے کو نکال دینا ہی بہتر ہے۔ لیکن بعد کو یہ نظریہ بدل گیا اور اس طریقۂ علاج کے تمام نتائج پر اچھی طرح غور کیا گیا تو یہ معلوم ہوا کہ جس پتّے کے اندر پتھری نہ ہو سرجری سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور طبی طریقۂ علاج بہرصورت قابلِ ترجیح ہے۔ اس خیال کا سبب یہ بھی ہے کہ پتّے کی بیماری میں صرف مقامی علاج بہت نفع بخش نہیں ہوتا۔ چوں کہ پتّے میں ورم ہو جانے سے صفرا کے راستے اور جگر بھی متاثر ہوتے ہیں اور بعض حالات میں مسموم ہو جاتے ہیں اس لیے ان تمام حالات کا علاج یکجائی طور پر ہونا چاہیے۔ اسی لیے اب بہت سے جدید ماہروں کا بھی خیال یہ ہے کہ اگر صرف شدید درد و کرب ہوتا ہو اور پتّے میں "سنگ ریزے" نہ پڑ گئے ہوں تو ہرگز اسے نشترِ جراحت سے چھیڑنا نہیں چاہیے۔

پتّے کے مرض کہنہ کا طبی علاج دو طریقوں سے کیا جاتا ہے۔

(۱) اصلاحِ غذا (۲) ادویہ۔ جو شخص پتّے کی کہنہ سمیت کا مریض ہوتا ہے وہ اپنے تجربات کے باعث اتنا ضرور معلوم کر لیتا ہے کہ بعض غذائیں اس کو شدید نقصان پہنچاتی ہیں اور تکلیف پیدا کرتی ہیں۔ اور بعض دوسری غذاؤں کے کھانے سے اس کو تکلیف نہیں ہوتی۔ عام طور پر روغنی غذائیں ایسے مریض کے لیے ہمیشہ تکلیف دہ ہوتی ہیں جن غذاؤں کو ترک کر دینا چاہیے ان کی فہرست یہ ہے:۔

چربی اور روغن والی تمام غذائیں، تلی ہوئی چیزیں۔ انڈے، مکھن، تیل، کریم، موٹے اور چربی دار مرغ کا گوشت مچھلی، پنیر، کریم والے شوربے اور آئس کریم وغیرہ۔ بعض مریض ایسے ہوتے ہیں جو تھوڑی سی مقدار میں مکھن بآسانی ہضم کر لیتے ہیں۔ مگر شدید حملوں میں اس سے پرہیز ہی بہتر ہے۔ یہ فہرست مکمل نہیں ہے۔ مریض کو یہ ترغیب دینی چاہیے کہ وہ اپنے تجربات سے مضرت رساں اور مفید غذاؤں میں امتیاز کرے اور اول الذکر کو ترک کر دے۔ اس بیماری میں ہر طرح کی تلی ہوئی غذائیں اور پکوان وغیرہ قطعاً ممنوع ہیں۔

چوں کہ پتّے کے کہنہ ورم کے ساتھ ساتھ جگر میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوتی ہے، اس لیے مریض کی غذا میں "کاربوہائیڈریٹ" والی یعنے شکری غذائیں زیادہ ہونی چاہئیں صرف یہی نہیں کہ شکر اور دوسری کاربنی چیزیں زیادہ آسانی سے برداشت کی جا سکتی ہیں بلکہ وہ جگر کے ضرر رسیدہ خلایا کو بھی یقینی فائدہ پہنچاتی ہیں۔ سبزیاں چوں کہ عام طور نرم ہوتی اور درد و کرب نہیں پیدا کرتیں اس لیے پتّے کے مریض کی غذائیں اس کے کافی اجزا موجود ہونے چاہییں۔ ان کی تیاری مریض کی پسندیدگی و رغبت کے مطابق ہو سکتی ہے مگر یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ایک تو ان میں مسالے نہ ڈالے جائیں، دوسرے اگر سلاد کی صورت میں بعض کچی سبزیاں کھائی جائیں تو ان میں روغنی اشیا، یا روغن زیتون وغیرہ کبھی نہ ملایا جائے۔ ایسی چیزوں کے بدلے لیموں کا رس ملا لینا بہت مفید ہوگا۔

بعض معالجین نے اس مرض کے علاج کے متعلق ایک مختلف نظریہ قائم کیا ہے۔ وہ چربی والی اور روغن والی غذائیں زیادہ مقداریں دیتے ہیں۔ مگر ان کے ساتھ ساتھ ایسی دوائیں استعمال کراتے ہیں کہ ان کا اچھی طرح ہضم ہونا یقینی ہو جائے۔ یہ بات بہت معقول معلوم ہوتی ہے کہ بعض مریض اس طریقۂ علاج سے خاطر خواہ فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لیے کہ آنتوں کے خطے میں پہنچ کر یہ چربیاں اور ان کے ساتھ وہ ادویہ جو ان کے انہضام کو یقینی بناتی ہیں، پتّے کو سکیڑتی ہیں اور اس کو اس لائق بناتی ہیں کہ وہ جمع شدہ مسموم صفرا کو باہر نکال دیں۔ اس غذا میں یہ چیزیں شامل ہیں:۔

خوب روغن دار دودھ، مکھن، کریم اور انڈے۔

اوپر کہا جا چکا ہے کہ اس مرض کی تشخیص خود کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے بلکہ ماہرانہ طبی مشورہ حاصل کر لینا چاہیے۔

اس امر کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ پتّے کی پرانی بیماری کے طبی علاج میں کوشش یہ ہوتی ہے کہ پتّے سے اور جگر سے صفرا کی زیادہ مقدار نکل کر امعائی رقبہ میں پہنچے۔ یہ مقصد بہترین طریقہ پر کیوں کر حاصل کیا جا سکتا ہے اس کا معلوم کرنا اس وقت تک دشوار ہوتا ہے، جب تک مریض پر کچھ تجربات نہ کیے جائیں۔ اس لیے جن مریضوں کو پتّے کی غیر پیچیدہ بیماری ہوتی ہے ان کا امتحان پہلے روغنی غذائیں دے کر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد چربی والی غذائیں دی جاتی

ہیں۔ اس کے بعد دونوں میں سے جو طریقہ زیادہ سودمند ثابت ہوتا ہے اور درد و کرب کے حملوں میں افاقہ پیدا کرتا ہے اسی کو اس وقت تک جاری رکھا جاتا ہے جب تک کہ مریض شفایاب ہو کر معمولی غذائیں کھانے کے لائق نہ ہو جائے۔ بعض پتے جو بہت زیادہ خراب و مسموم ہو چکے ہوتے ہیں، اس علاج سے مستفید نہیں ہوتے اس لیے ان پر عمل جراحی کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔

پیچیدہ صورت حال میں یعنے پتھری کے ساتھ پتے کی خرابی اس کہنہ مرض کی ایک عام علامت ہے۔ ان "سنگ ریزوں" کی بناوٹ کے لیے تین عناصر ضروری خیال کیے جاتے ہیں:-

(۱) صفرا

(۲) صفرا میں "کولسٹرول" یعنے سبز مادے کا کثیر اضافہ۔

(۳) پتے میں صفرا کا قیام پذیر رہنا اور باہر نہ نکلنا۔

ان میں آخری عنصر پتے کے عمل کو سب سے زیادہ ناقص کر دیتا ہے پتے کی غشائی دیوار کی مسموم حالت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں صفرا کا زیادہ پانی جذب ہونے لگتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں صفرا بہت زیادہ غلیظ اور مرتکز ہو جاتا ہے اور اسی سبب سے پتھری کی قلمیں بننے لگتی ہیں۔ ان سنگ ریزوں کی بناوٹ اور ترکیب کی صحیح نوعیت کے متعلق اب تک کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے اور ہم اس کی تشریح بیان نہیں کر سکتے کہ دبلے پتلے آدمیوں میں یا بچوں میں یہ پتھریاں کیوں شاذ و نادر پائی جاتی ہیں اور معمولی اور معتدل پتے میں کبھی کبھی کیوں بننے لگتی ہیں۔

پتھری پڑنے کی علامتیں کامل طور پر سنگ ریزوں کے تعین مقام پر منحصر ہیں۔ جب تک کہ پتھری پتے کے اندر بے حس و حرکت رہتی ہے، مریض کی تکلیف بالکل غیر پیچیدہ اور پرانے پتے کے مرض کی سی ہوتی ہے۔ لیکن درد و کرب اس وقت پیدا ہوتا ہے جب پتھری حرکت کر کے جگہ بدلنے لگتی ہے۔ نقل مکان کرنے والی پتھری سے صفرا کی نالی کی اندرونی جھلی میں جو خارش اور سوزش پیدا ہوتی ہے اور اس کے عضلات کو تیزی سے سکیڑتی ہے جس کا نتیجہ شدید درد کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور مریض کے لیے یہ درد سخت ایذا رساں اور ناقابل برداشت ہوتا ہے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مریض کو اس تکلیف سے غش آجاتا ہے۔ عام طور پر یہ درد پتے کے علاقہ سے شروع ہو کر دائیں مونڈھے کی چوڑی ہڈی تک پھیلتا ہے۔ اگر اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے دوائیں نہ دی جائیں تو یہ درد کئی کئی گھنٹوں تک ستاتا ہے۔

پتھری کی حالت یہ ہے کہ وہ پتے کو چھوڑ دینے کے بعد پھر بھی پتے میں داخل ہو سکتی ہے یا جگر کی طرف سے آنے والی صفرا کی نالی میں مقیم ہو جا سکتی ہے۔ موخر الذکر حالت میں صفرا کے افراز کا راستہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ کبھی یہ پتھری اتنی چھوٹی بھی ہوتی ہے کہ آنتوں کی نالی میں پہنچ جائے، مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ تمام پتھریاں شدید درد پیدا کریں مگر کوئی پتھری اتنی بڑی بھی ہو سکتی ہے کہ پورا پتا اس سے بھر جائے۔ ظاہر ہے کہ اتنا بڑا پتھر پتے سے نکلنے کی کوشش نہیں کر سکتا اور نہ حرکت کر سکتا ہے مگر اس سے دوسری قسم کی پیچیدگی پیدا ہوتی ہے جو سرجری کے ذریعہ دور کی جا سکتی ہے۔

معمولی پتھریوں کا علاج بھی عمل جراحی کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ پتھری کے تمام مریضوں پر عمل جراحی کیا جائے اس کے بہت سے مؤثر اور مفید طبی علاج موجود ہیں۔ پتے کے بعض کہنہ امراض میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ پتھری سے کوئی خاص تکلیف وہ علامت پیدا نہیں ہوتی۔ ایسے مریضوں کے پتے کو کبھی نشتر سے نہیں چھیڑنا چاہیے۔ اس لیے کہ صفرا کی نالی اور جگر میں بھی کہنہ سمیت موجود ہونے باعث آپریشن کے بعد بھی خراب علامتیں دور نہیں ہوتیں۔ عمل جراحی صرف ایسی حالت میں ہو سکتا ہے جب طبی طریقۂ علاج کامیاب نہ ہوا ہو۔

جامعُ الصنعت

صنعت و حرفت کی بہترین تالیف ہے۔ گھر کی ہر ضرورت اس کے ذریعہ سے پوری کی جا سکتی ہے۔ معمولی سرمایہ سے بڑی سے بڑی تجارت کی جا سکتی ہے۔ آپ اپنے لیے آج ہی منگائیے۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ

مکتبۂ زکریا، کوچہ کاشغری، دہلی

معلومات

ایٹم بم

صرف دو بموں نے لاکھوں آدمیوں کو ہلاک کر دیا اور لاتعداد انسانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا

دامنِ انسانیت پر ایک خوں نما داغ

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ صرف دو "ایٹم بموں" (ذراتی بموں) کے ذریعہ امریکا نے جاپان کو فتح کرلیا۔ پہلا بم جاپان کے بڑے شہر ہیروشیما پر اور دوسرا بم صنعتی اور تجارتی مرکز ناگاساکی پر گرایا گیا۔ بس دو ہی نے صرف ان دونوں شہروں ہی کا نہیں، بلکہ سارے جاپان کا خاتمہ کر دیا۔ ان بموں سے پیدا ہونے والے اثرات انسانی زندگی اور صحت کے کیسے زبردست اور خطرناک دشمن ہیں، اس کا اندازہ اب تک بہت کم لوگوں نے کیا ہے۔ ان سے بہت سی ایسی ہلاکت آفرین بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جو صرف مریضوں ہی کو نہیں بلکہ ڈاکٹروں اور معالجوں کو بھی اپنا شکار بنا لیتی ہیں اور ان کے خطرناک نتائج اس قدر دیرپا ہیں کہ کئی ماہ تک بیماریوں اور اموات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ان دونوں شہروں کے حالات جو ذیل میں درج ہیں انسان کے لیے ایک درسِ عبرت ہیں۔

ہیروشیما:- انگلستان کا اخبار "ڈیلی ایکسپریس" وہ پہلا اخبار تھا جس کا نامہ نگار اس شہر میں بمباری کے ایک ماہ بعد پہنچا تھا۔ اس نے جو دیکھا وہ یہ تھا کہ ایک "ایٹم بم" کے گرنے کے بعد ایک بڑی مدت گزر چکی ہے مگر اب تک اس تباہ شدہ شہر میں لوگوں کے مرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ عام تباہی کے متعلق وہ لکھتا ہے "میں نے دیکھا کہ تین میل تک سُرخ رنگ کا ملبہ اور کھنڈر پڑے ہوئے ہیں صرف یہی وہ چیز تھی جو اس شہر کی سڑکوں، عمارتوں، گھروں، فیکٹریوں اور انسانوں میں سے ایک ایٹم بم نے باقی چھوڑا تھا۔" چوں کہ ہیروشیما میں کوئی راستہ باقی نہ رہا تھا۔ اس لیے اس نامہ نگار کو کھنڈروں پر سے گزر کر ہسپتالوں تک جانا پڑا وہ لکھتا ہے "ہسپتالوں میں ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اس ہولناک بم کے پھٹتے وقت کچھ بھی محسوس نہیں کیا۔ مگر اب وہ مر رہے ہیں۔ بظاہر کوئی سبب نہ ہونے ہوئے بھی ان کی صحت جواب دینے لگی۔ ان کی بھوک ختم ہوگئی، ان کے بال گر گئے، ان کے جسم پر نیلے رنگ کے داغ دھبے نمودار ہوگئے اور ان کے منھ ناک اور زبان سے خون جاری ہوگیا۔

پہلے پہل ڈاکٹروں نے مجھ سے یہ کہا کہ ان کے خیال میں یہ عام کمزوری اور اضمحلال کی علامتیں ہیں۔ انھوں نے ان مریضوں کو حسبِ عادت حیاتین "الف" کے انجکشن دینے شروع کیے۔ مگر اس کا نتیجہ بہت ہی ہولناک ہوا۔ انجکشن کی "سوئی" سے پیدا کیے ہوئے سوراخوں کے پاس سے مریض کا گوشت سڑنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ جسم کے بڑے بڑے رقبے سڑ گئے اور ایک مریض بھی نہ بچ سکا۔ سب کے سب ہلاک ہوگئے۔

بہت سے مریض ایسے تھے جن کے جسم پر اینٹ پتھر یا لوہے کے کسی اڑتے ٹکڑے کے حملہ سے معمولی سی خراش لگ گئی تھی۔ حالاں کہ ان کو بہت جلد اچھا ہو جانا چاہیے تھا۔ مگر وہ صحت یاب نہیں ہو رہے تھے۔ وہ کسی شدید بیماری میں مبتلا ہوگئے تھے ان کے مسوڑھوں سے خون آنے لگا۔ پھر وہ خون ہی کی قے کرنے لگے اور آخر کار سب کے سب مر گئے۔

ڈاکٹروں نے مجھ سے کہا کہ یہ تمام عجیب اور ہولناک حالات اس "ریڈیائی تاب کاری" کی پیداوار ہیں جو "ایٹم بم" کے ذریعہ "یورینیم کے ذرہ" کے پھٹنے کے باعث فضا میں منتشر اور شعاع افگن ہو جاتی ہے۔" اب تک کسی کو اس نئے آلہ

حرب یعنے ایٹم بم کے ان مضر صحت اور مہلک اثرات کا علم نہ تھا۔

اس نامہ نگار نے محسوس کیا کہ ہیروشیما کی فضا میں ایک خاص قسم کی بو پھیلی ہوئی ہے جس سے پہلے کبھی اس کی ناک آشنا نہیں ہوئی تھی ۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یورینیم کے ذرہ کے پھٹنے کے باعث جو ریڈیائی اشعاع زمین کے اندر جذب ہو جاتا ہے اسی سے یہ بودار زہریلی گیس پیدا ہوتی ہے ۔ اب جو لوگ باقی رہ گئے ہیں وہ اپنے چہروں پر "ماسک" (کیمیائی نقاب) لگا کر پھرتے ہیں۔

حادثہ کے وقت جو بڑی آبادی اس بم کے پھٹنے کے باعث یکایک ہلاک ہوگئی اس کے علاوہ اس کے پیدا کیے ہوئے مرض آفریں اثرات سے لوگوں کی موت کی تعداد تقریباً ایک سو روزانہ بتائی جاتی ہے ۔ نامہ نگار موصوف کا خیال ہے کہ جو لوگ بم پھٹنے کے وقت فوراً مر گئے وہ بہت خوش نصیب تھے وہ لوگ یا تو ذراتی حرارت سے جل کر خاکستر ہو گئے یا ریزہ ریزہ ہو کر صفحۂ ہستی سے ناپید ہو گئے ۔ لیکن جو لوگ اس "بم" کی پیدا کی ہوئی بیماریوں سے مر رہے ہیں ان کی موت کا ہیبت ناک منظر دیکھا نہیں جاتا۔

"ایٹم بم" کے حملہ کے بعد جاپان میں جتنے ڈاکٹر بھی موجود تھے وہ سب کے سب ہیروشیما بھیج دیے گئے تھے تاکہ بیماروں کی مصیبتیں دور کریں ۔ لیکن یہ ڈاکٹر خود ہی بیمار ہو کر مبتلائے مصیبت ہو گئے ۔ بم کے گرنے کے دو تین ہفتہ بعد تک یہ حال رہا کہ اس بدنصیب اور تباہ شدہ شہر میں کوئی ڈاکٹر بھی ٹھہر نہ سکا ۔ ان کو فوراً ہی درد سر اور دوران سر اور طرح طرح کی دوسری شکایتیں پیدا ہونے لگیں ۔ اگر کوئی مچھر یا دوسرا کیڑا کہیں پر کاٹ لیتا تھا تو جسم کا وہ حصہ متورم ہو جاتا تھا اور یہ زخم اچھا نہیں ہوتا تھا ۔ ان کی صحت بھی فوراً ہی خراب ہونے لگتی تھی ۔ مزید برآں ان کو جلد ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہیروشیما کا پانی اس بم کے پھٹنے کے کیمیائی اثرات کے باعث زہریلا ہو گیا ہے اور پینے کا پانی کہیں دستیاب نہیں ہے آج بھی اس شہر میں جو پانی استعمال ہوتا ہے اس کا ہر قطرہ دوسرے شہروں سے لایا جاتا ہے ۔ اور وہاں کے لوگ ابتک بیمار اور خوف زدہ ہیں۔

ناگاساکی :- کچھ روز ہوئے ناگاساکی پر "ایٹم بم" گرنے کے اثرات کے متعلق ایک اطلاع شائع ہوئی تھی جس میں یہ تحریر تھا کہ اب تک اس کی پیدا کی ہوئی بیماریوں کے باعث چند آدمی ہر ہفتہ مر جاتے ہیں ۔ امریکی فوجی میڈیکل افسر مقیم جاپان، کپتان ہربرٹ ہورن کا بیان ہے کہ اگر بم کے حملہ کے وقت یکایک تیس چالیس ہزار آدمی مر گئے اور بعد کے چھ ہفتوں کے اندر لوگ بیماریوں کے باعث بھی اسی تعداد میں ہلاک ہوئے ۔ ان بیماریوں میں سب کے سب ان "گاما" شعاعوں کے اثرات کا شکار رہتے جو ذرات کے انشقاق سے پیدا ہوتی ہیں ۔ انسانی جسم پر "گاما" شعاعوں کے اثرات یہ ہیں کہ ہڈیوں کی بافتوں کو جلانے کے ساتھ مغز استخوان کے خون ساز خلایا کو بھی جلا دیتی ہیں ، اس لیے جو شخص ان حملوں کا شکار رہ جاتا ہو وہ نیا خون پیدا کرنے کی صلاحیت قطعاً کھو دیتا ہے ۔ مزید برآں بہت سے مریضوں کی آنتیں جلی ہوئی پائی گئیں اور اس کا کوئی علاج نہ کیا جا سکا ۔ اب اس طرح کے مریضوں کے علاج کے لیے امریکن ہسپتال قائم کیے گئے ہیں ۔

سرعت پرواز اور انسانی قوت برداشت

پچھلے دنوں ہوائی جہازوں کی سرعتِ پرواز کا جو ریکارڈ قائم ہوا ہے اس سے یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ انسانی قوتِ برداشت کتنی ہے اور وہ کس حد تک اس تیز رفتار میں ہوائی جہاز کا ساتھ دے سکتا ہے ۔ ایک زمانہ وہ تھا جب کہ طیارے کے موجد اسی کو بڑی کامیابی سمجھے ہوئے تھے کہ ان کا ہوائی جہاز کسی طرح دس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑنے لگتا ۔ اب طیاروں کی سرعت پرواز دس میل فی منٹ تک پہنچ گئی ہے اور برطانیہ کے ایک ہوائی جہاز "گلوسٹر میٹیور" نے چھ سو میل فی گھنٹہ سے بھی کچھ زیادہ پرواز کی ہے ۔ یہ کارنامہ اس وقت اور بھی حیرت انگیز ہو جاتا ہے جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ آواز کی رفتار ۷۶۰ میل فی گھنٹہ ہے یعنے یہ کہ ہوائی جہازوں کی سرعتِ پرواز اب "آواز" کی سرعتِ رفتار سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے ۔

اسی سے یہ طبی مسئلہ پیدا ہو گیا ہے کہ انسان اپنی زندگی اور اپنی صحت کو محفوظ رکھ کر کتنی تیزی سے پرواز کر سکے گا اور اس کی قوتِ برداشت کی انتہا کیا ہے ۔ ۲۲ سال گزرے بعض مشہور اور سربرآوردہ سائنس دانوں نے یہ انتباہ دیا تھا کہ انسان کا جسم ۲۰۰ میل فی گھنٹہ سے زیادہ سرعتِ رفتار کو برداشت نہیں کر سکتا اور اس سے بھی زیادہ

دلچسپ بات یہ ہے کہ گزشتہ صدی کے وسط میں یہ خیال پیش کیا گیا تھا کہ "ساٹھ میل فی گھنٹہ کی سرعت رفتار مہلک ہے۔ اب سائنس دانوں نے یہ معلوم کرلیا ہے کہ کہ سرعت رفتار صرف ایک "نسبتی" یا "اضافی" چیز ہے۔ جو چیز ڈرنے کی ہے وہ "مرکز گریز قوت" ہے جو کسی زاویہ یا گوشہ پر ہوائی جہاز کے دفعتاً مڑنے کے باعث انسان کو مرکز سے دور کھینچتی ہے اور مزید برآں وہ جسمانی جمود واستمرار ہے جو ہوائی جہاز کی رفتار کو تیزی سے بڑھا دینے کے وقت انسان کے عضوی وظائف کو متاثر کرتا ہے۔ چونکہ انسان کسی ٹھوس اور بے لچک دھات سے نہیں بلکہ بافتوں اور جوڑ رکھنے والے لچک دار اعضا سے بنا ہوا ہے اس لیے جس تیزی رفتار کو وہ برداشت کرسکتا ہے اس کی یقیناً کوئی حد ہے جو اب تک دریافت نہیں کی گئی ہے۔ لیکن امید کی جاتی ہے کہ جب مستقبل میں "راکٹ طیارے" پرواز کرنے لگیں گے تو یہ مسئلہ اور بھی زیادہ اہم ہو جائے گا اور ماہرین طب و سائنس اس کا کوئی حل پیدا کریں گے۔

بنولے کا آٹا

پنبہ یعنی روئی کی کاشت کچھ دنوں پہلے تک صرف سوتی کپڑا تیار کرنے اور پنبہ دانوں (بنولوں) کو جلانے یا مویشیوں کے لیے غذا فراہم کرنے کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی، مگر انسانی "ترقی" کا (اگر آپ اسے ترقی کہہ سکتے ہیں) یہ عالم ہے کہ کئی برس سے بنولے کا تیل (بناسپتی) بھی انسانی غذا میں شامل ہوگیا ہے۔ اب واشنگٹن (امریکا) کی ایک تازہ اطلاع کہتی ہے کہ بنولے سے ایک ایسا آٹا تیار کیا گیا ہے جو بڑی مقداروں میں پروٹینوں (لحمی اجزا) کا حامل ہے اور لاکھوں آدمیوں کی غذائی کمی کو پورا کردے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب بنولے کا آٹا بھی جلد انسانی غذا کا ایک جزو بن جائے گا۔ ولایات متحدہ امریکا کے "ادارہ تغذیہ انسانی و اقتصادیات داخلی" کے ڈاکٹر ڈی۔ برز۔ جونس اس آٹے کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں "پچاس فی صدی پروٹین ہیں، چربی کی جزوی کمی ہے خوش ذائقہ ہے اور صحت بخش ہے۔" مزید برآں اب یہ چیز تحقیقاتی دائرے سے گزر چکی ہے اور بنولے کے آٹے کی بڑی بڑی مقداریں امریکا کے ادھار پٹے کے قانون کے تحت میں غیر ممالک کو ان لوگوں کی امداد کے لیے بھیجی گئی ہیں جو پروٹینی غذاؤں کی کمی کے شکار ہو گئے ہیں خود امریکا کی گھریلو ضروریات کے متعلق ڈاکٹر جونس کہتے ہیں کہ جن علاقوں میں لوگ زیادہ تر مکے کے آٹے پر زندگی بسر کرتے ہیں بنولے کا آٹا پروٹینوں کے اعتبار سے ان کی غذا کی سطح کو بلند تر کردے گا۔ ان کی دریافت یہ ہے کہ اگر ۹۵ فی صدی گیہوں کے آٹے میں ۵ فی صدی بنولے کا آٹا ملا دیا جائے تو اس مرکب میں صرف گیہوں کے آٹے سے ۱۶ فی صدی زیادہ پروٹین ہوں گے۔

جادو کی مٹی

انگلستان کے مغربی حصہ میں جو "ویسٹ کنٹری" کے نام سے مشہور ہے، ساحل کے قریب ایک سفید دریا بہتا ہوا دکھائی دیتا ہے جس کا پانی بالکل دودھ کے رنگ سے مشابہ ہے۔ یہ دریا اپنے منبع سے نکل کر کچھ دور تک بہتا ہوا سمندر میں گر جاتا ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی مٹی کا رنگ ہے جو پانی سے مل گیا ہے۔ اس مٹی کو "کاؤلن" کہتے ہیں جو کئی صدی پہلے چین میں پائی گئی تھی اور اسی لیے چینی مٹی کہی جاتی تھی۔ قدیم زمانے سے "چینی کے برتن" اسی کے نام سے منسوب ہیں۔ لیکن ابتدا میں یہ چیز دوا کے طور پر استعمال کی جاتی تھی اس کے برتن بعد میں بنائے گئے اور اب اس کا استعمال بہت سے مختلف کاموں کے لیے ہوتا ہے۔ اس مٹی میں بہت سی دوائی خاصیتیں پائی گئی ہیں۔ ہیضہ میں اس کا استعمال مفید ثابت ہوتا ہے اور ورم زائدہ یا التہاب زائدہ یا زائدے کے زخم وغیرہ کو نافع ہے۔ مزید برآں گولیاں اور مرہم اور پولٹس وغیرہ بنانے میں اس کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ مزید برآں کاغذ اور رنگ اور چمڑے اور ربڑ کی صنعتوں میں بھی یہ مٹی استعمال کی جاتی ہے، اور جب ایک خاص ذریعہ سے یہ لعابی شکل میں حاصل کی جاتی ہے تو صابن، غازہ، پوڈر اور منجن وغیرہ بنانے میں بھی کام آتی ہے اسی لیے اس مٹی کو جو بہت سے طریقوں پر کارآمد ہے عام لوگ "جادو کی مٹی" کہتے ہیں۔ جزیرہ برطانیہ کے اس علاقہ سے یہ مٹی بڑی مقدار میں ہر سال کیمیائی لیبوریٹریوں کو بھیجی جاتی ہے۔

(باقی ص۱ پر)

شاہ سویڈن

چھیاسی سال کی عمر میں بھی ٹینس کا نہایت چابکدست کھلاڑی ہے

اگر آپ سویڈن، ناروے اور آئس لینڈ کی داستان پارینہ کی ورق گردانی کریں گے تو آپ کو ان ملکوں کی پوری تاریخ میں ایسے بادشاہوں کا تذکرہ ملے گا جو جسمانی اعتبار سے نہایت تن درست، قوی ہیکل اور مضبوط تھے اور جن کی بہادری کے کارناموں نے آج بھی ان کی قوم کے خون کو سرد نہیں پڑنے دیا ——— آج بھی سویڈن کے بادشاہ گستاف نے اپنی زندگی اور عملی برتاؤ سے اپنے آباؤ اجداد کی خاندانی روایات کو زندہ و برقرار رکھا ہے۔ اس کی زندگی ان لوگوں کے لیے بھی ایک زندہ عملی نمونہ ہے جو انسانیت کو ابھار کر زیادہ بلند جسمانی معیار پر لانے کے آرزومند ہیں۔

مہذب دنیا جب اس بادشاہ کو چھیاسی سال کی عمر میں ٹینس جیسے کھیل کے لیے نہایت چست و چابکدست پاتی ہے تو اس کی حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ یہاں تو چالیس کے بعد ٹینس کھیلنے پر کسی نہ کسی حد تک پابندیاں عائد ہونی شروع ہو جاتی ہیں، کجا کہ کسی شخص کا چھیاسی سال کی عمر میں روزانہ بلاناغہ ٹینس کھیلنا۔ بہرحال یہ ایسی بات نہیں کہ اس پر بجا طور پر اظہار حیرت نہ کیا جا سکے۔

ملک گستاف ——— نے حال ہی میں اپنی چھیاسویں سالگرہ ٹینس کا ایک گیم کھیل کر منائی ہے۔ اس ملک میں اب تک کسی بادشاہ نے اتنے سال حکومت نہیں کی اور واقعہ بھی یہ ہے کہ ۳۰ سال سریر آرائے سلطنت رہنا کچھ کم مدت نہیں ہے کہ لوگ اسے سن کر بے ساختہ "بہت خوب" نہ پکار اٹھیں۔

ملک گستاف، بقول کسے "پدرپدر بادشاہ" ہے چھ فیٹ چھ انچ قد بالکل تیر کے مانند سیدھا ہے جس طرح اس کا جسمانی تناسب درست ہے اسی طرح اس کا دماغی توازن بھی صحیح ہے۔ اہل ملک اس کو قوی و تن درست دیکھنے کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ انھیں اس کی موت پر تعجب ہوگا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا ایک فولادی انسان ہے جو ہمیشہ رہے گا ہزاروں آدمی سٹاک ہام کے باہر اس کے محل کے ٹینس کورٹ میں اسے ٹینس کھیلتا دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ اگر کبھی موسم خراب ہوتا ہے تو وہ رائل ٹینس ہال کے اندرونی ٹینس کورٹ پر کھیلتا ہے غرض کوئی دن ایسا نہیں جاتا جو بغیر ٹینس کھیلے گزر جاتا ہو۔

پرانی وضع کی بنی ہوئی جیکٹ پہنے، ریکٹ ہاتھ میں لیے گیند کے کورٹ میں گرتے ہی وہ جس قسم کے ہاتھ کا موقع ہو اس پر مارتا ہے۔ ہرچند اس کے بعض ہاتھ آج سے بیس تیس سال قبل کے طرز کھیل کی یادگار ہیں لیکن جس چستی اور قوت سے وہ گیند کو اپنے مدمقابل کی طرف پھینکتا ہے اور ایسے ایسے زاویوں پر پھینکتا ہے کہ جدید طرز پر ٹینس کھیلنے والے اس کے مقابلے میں اتنی پھرتی اور صحت کاری سے گیند کو واپس اس کی طرف نہیں پھینک سکتے۔

بلاشبہ ملک گستاف کی درازئ عمر میں اس کی طبعی جسمانی ساخت کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات کو بھی بڑی حد تک دخل ہے، مثلاً:-

اول اس کا جسمانی اور دماغی تناسب و توازن ہے کہ وہ خود بھی بے تکلف اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ بے تکلف ہونے دیتا جس کام کو کرتا ہے اطمینان و سہولت سے کرتا ہے۔ بظاہر اس کے دماغ پر کام کا کوئی دباؤ پڑتا نہیں معلوم ہوتا کہ جس کے اثر سے اس کے اعصاب و جسم کمزور ہو جائیں۔ اس کی حرکات و سکنات میں اس کے اذکار و گفتار اور طور طریقوں میں ایک گونہ ہم آہنگی اور طمانیت پائی جاتی ہے اپنے جذبات پر اسے اتنا قابو ہے کہ ان میں کبھی طغیانی نہیں آتی۔ ہر قسم کی صورت حال کا مقابلہ وہ اتنی سہولت سے کرتا ہے کہ بڑی سے بڑی بات بھی دوسروں کو غیر اہم نظر آنے لگتی ہے۔ اس کی مزاجی کیفیت میں کبھی فرق نہیں آنے پاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے دماغی توازن کو اس کی صحت و درازئ عمر میں بڑی

حد تک دخل ہے کسی حکیم نے بالکل صحیح کہا ہے کہ عصر حاضر کی دماغی و نفسیاتی بیماریوں میں دماغی کش مکش و حالت گو مگو سے بدتر کوئی بیماری نہیں ہے۔

دوم، اس کے کھانے پینے کی عادات ہیں۔ وہ نہایت کم خور انسان ہے اور پیسٹری، شوربے اور چوپایوں کے گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ سگرٹ بہت کم پیتا ہے۔ بس گاہے گاہے ٹرکش سگرٹ کے ہلکے ہلکے کش لیتا ہے؟ بادشاہ ہونے کے باوصف وہ پیتا کیا ہے؟ قہوہ و چائے نہیں بلکہ گل بابونہ کا جوشاندہ ہی گویا اس کی چا ہوتی ہے۔ جن نوجوانوں کو وہ ٹینس میں ہرا دیتا ہے ان سے مزاحاً لیکن مربیانہ انداز میں کہتا ہے کہ ”اور سگرٹ اور قہوہ نوشی میں زیادتی کرو۔ یہ کیک و پیسٹریاں کھانے کی عادت ہی تو ہے جس نے تمہیں تھس کر دیا ہے۔“

اپنے نوجوان مہمانوں کے سامنے جب وہ کیکوں سے لدی پھندی پلیٹیں رکھی دیکھتا ہے تو وہ ان کے اس مذاق پر اظہار تعجب کرتا ہے اور کہتا ہے ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم ان چیزوں کو کھا کیسے سکتے ہو۔“

یہ تو بہر حال حقیقت ہے کہ یہ پیسٹری و کیک کھانے والے نوجوان ۸۶ سال تک ٹینس کھیلنا تو درکنار زندہ بھی نہیں رہ سکیں گے۔ ایک مرتبہ ملک گستاف نے ایک لڑکی سے گل بابونہ کی بڑی تعریف کی اور اس سے کہا یہ بڑی اچھی چیز ہے۔ قہوہ کے بجائے اسے پیا کرو۔ اس نے برجستہ جواب میں کہا ”کیا فرمایا! گل بابونہ کی چا! لیکن اس سے تو میں اپنے بال دھوتی ہوں!“ ملک گستاف لڑکی کے اس مذاق سے لطف اندوز ہوا اور مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

سوم ملک گستاف کا ٹینس سے شغف ہے وہ نہایت باقاعدگی کے ساتھ ٹینس کھیلتا ہے اور اس عمر میں کھیلتا ہے جس میں طبی اعتبار سے اس کھیل کے مضرات نہایت واضح ہیں۔

۸۶ سال کی عمر میں ملک گستاف کی ٹینس تمام دنیا کے ڈاکٹروں کے لیے ایک معمہ بن کر رہ گئی ہے۔ اس لیے کہ ۴۰ اور ۵۰ سال سے متجاوز عمر والوں کے لیے مستقل طبی مشورہ یہ ہے کہ وہ اس عمر کے بعد ٹینس چھوڑ کر گولف کھیلیں۔ لیکن یہاں اس سے دگنی عمر کا آدمی ہے جو کسی طرح ٹینس کا ریکٹ اپنے ہاتھ سے چھوڑنے کو تیار نہیں ہو۔ ڈاکٹروں پر جب ملک گستاف کی نظیر دے دے کر اس خاص سلسلہ میں سوالات کی بوچھاڑ ہوتی ہے تو ان کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور ان کا بس نہیں چلتا کہ کسی طرح اس واقعہ کو جھٹلا دیں۔ چنانچہ وہ یہ کہہ کہہ اپنا پیچھا چھڑاتے ہیں کہ بادشاہ ٹینس بس نام کے لیے کھیلتے ہیں۔ وہ تو محض پرانی روایت کو قائم رکھنے کے لیے برائے نام کھیلنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کوئی باقاعدہ گیم نہیں کھیلتے۔ اور اگر کبھی کھیلے بھی تو ڈبلز کھیل لیے۔ لیکن ڈاکٹروں کا یہ کہنا قطعی غلط ہے۔ ملک گستاف روزانہ نہایت سنجیدگی اور قوت سے ٹینس کھیلتا ہے اور اکثر سنگل کھیلتا ہے، ڈبلز نہیں۔ ان ڈاکٹروں کی جب یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ ایک ۸۶ سال کا آدمی کیوں کر ٹینس کھیل سکتا ہے تو خواہ مخواہ واقعات سے ہٹ کر توجیہیں کرنی شروع کر دیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ملک گستاف ۸۶ سال کی عمر میں اس وجہ سے ٹینس کھیل سکتا ہے کہ وہ شروع سے جب سے کہ وہ جوان تھا برابر بلا ناغہ یہ کھیل کھیلتا چلا آیا ہے۔ اس کے جسمانی عضلات اس مشقت کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ اتنی عمر ہو جانے پر بھی وہ برابر کام دیے جا رہے ہیں۔ البتہ وہ ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہے کہ کبھی زیادتی نہ کرے۔ ہمیشہ سے ایک نہج پر کھیلا ہے نہ کبھی اس میں زیادتی کی نہ کمی۔ اس کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے وہ یہ کہ ملک گستاف نے ٹینس ورزش کے خیال سے کبھی نہیں کھیلی۔ اس کے جسم پر عضلات کے ”تودے“ نہیں لگے ہوئے کہ انھیں حرکت میں لانے کے لیے ورزش کرنا

بقیہ مضمون بسلسلہ ص ۱۶

پومیٹو

انگریزی زبان میں آلو کو ”پوٹیٹو“ کہتے ہیں، اور ”ٹومیٹو“ تو آپ جانتے ہی ہیں یعنے ”ٹماٹر“ آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ ان دونوں چیزوں کا مرکب ایک نئے درخت کی صورت میں نمودار ہوا ہے جسے ”پومیٹو“ کہتے ہیں۔ یعنے ایک ہی درخت میں ایک سرے پر آلو یعنے پوٹیٹو پھلتے ہیں اور دوسرے سرے پر ٹومیٹو پیدا ہوتے ہیں۔ یہ انگلستان کو ”کرائڈن پارک“ کے ایک مالی کی جدت ہے۔ اس نے دونوں پودوں کا باہمی پیوند لگا کر یہ نیا پودا پیدا کیا ہے جو تین فٹ کی بلندی تک پہنچتا ہے اور جس کے نچلے حصہ میں آلو اور اوپری حصہ میں ٹماٹر پھلنے لگے ہیں۔

ضروری ہو ——— وہ تو محض دماغی تفریح کے لیے کھیلتا ہے۔ اس سے اس کی جسمانی حالت بھی چست رہتی ہے۔ اس کھیل سے اسے بڑی گہری دلچسپی ہے۔ کورٹ میں داخل ہوتے ہی وہ کھیل کے علاوہ کسی دوسری چیز سے دلچسپی نہیں لیتا۔ تمام معاملات خواہ وہ نجی ہوں یا سلطنت سے متعلق نہایت اہم (جیسے کہ ابھی گزشتہ چند سالوں میں سویڈن کو پیش آئے تھے) ان سب سے بے تعلق ہو کر اپنی پوری توجہ کھیل پر جما دیتا ہے۔ اس کے متعلق یہ کبھی نہیں سنا کہ کسی روز اس نے ٹینس کے اوقات میں ٹینس کھیلنے کے علاوہ کوئی اور کام کیا ہو۔ کیبنٹ کے نہایت اہم اجلاس کے فوراً بعد اسے ٹینس کورٹ کی طرف لپکتے ہوئے دیکھا ہے۔ ٹینس کے علاوہ وہ ڈراموں اور رقص و سرود اور فٹ بال اور دوسری قسم کی تفریحات میں بھی محض تماشائی کی حیثیت سے حصہ لیتا ہے۔

ملک گستاف صحت کی خاطر مقررہ عادات کا قائل ہے۔ سپورٹ، دھوپ میں سکنا، تبدیلی ہوا اور آرام لینا اس کے روزمرہ کے وظائف میں داخل ہیں۔ شکار بھی اس کے پروگرام میں شامل رہتا ہے۔ سنہ ۱۹۴۱ کے ایک موسم میں وہ تین مرتبہ ہرن کے شکار کے لیے گیا۔ اس کا پورا خاندان شکار کا نہایت شائق ہے اور سالہا سال سے برابر اس میں حصہ لیتا رہتا ہے۔

وہ شاید ہی کبھی بیمار پڑا ہے اور اس کی عہد سلطنت میں ایک سے زائد کابینے بنے اور ٹوٹے۔ سویڈن کے باشندے اسے اپنے ملک کے بڑے بادشاہوں میں شمار کرتے ہیں۔ بہ حیثیت ناروی شاہ کے وہ روایات میں بالکل پورا اترا ہے اور اسے اپنے ملک اور دوسرے ملکوں کے رہنے والوں کے لیے بلاشبہ ایک قابلِ تقلید نمونہ کہا جا سکتا ہے۔

اِطّلاع

جن حضرات کا نمبر خریداری ...... ہے ان کا چندہ ختم ہو گیا ہے۔ ازراہ نوازش آئندہ سال کے لیے چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج کر ممنون فرمائیں ———

خیر اندیش: منیجر ہمدرد صحت، دہلی

ہر عقلمند ماں بچے کے لیے

نونہال (رجسٹرڈ)

گھر میں رکھتی ہے

کیونکہ یہ دوا بچوں کے ہر مرض کے لیے اکسیر ہے:۔ بدہضمی، دستوں کا آنا، قبض، بچوں کا نزلہ زکام اور دانت نکلنے کی تکلیفیں اس سے بہت جلد رفع ہو جاتی ہیں۔ یہ دوا جدید سائنٹفک اصولوں پر تیار کی گئی ہے اور اس میں وہ اجزا ڈالے گئے جو بچوں کو قوی اور تن درست بناتے ہیں۔

مفصل پرچہ ترکیب دوا کے ساتھ ہے

قیمت فی شیشی جو ایک عرصہ کے لیے کافی ہے، صرف آٹھ آنے

ہمدرد دواخانہ لیبوریٹریز، دہلی

مزاح کی طبّی قدر و قیمت

ایک ضرب المثل ہے ۔ "روزانہ ایک قہقہہ ڈاکٹر کو دور رکھتا ہے" اس کے معنی ظاہر ہیں۔ یعنی ہنسی کا عمل انسان کو بہتر بناتا ہے ۔ اس طبی حقیقت سے انسانی جسم و دماغ کے تمام ماہرین واقف ہیں۔ ہنسی انسان کے وظائف اعضا پر اچھا اثر کرتی ہے اور قلب اور پھیپھڑوں کو شگفتگی بخشتی ہے ۔ اس مضمون میں زیادہ تر مزاح کے دماغی اثرات پر بحث کی گئی ہے ۔

ہمدرد صحت

سائیکالوجی" یعنی (نفسیات) نفسیات کا مقصد یہ ہے کہ انسان کی دماغی دنیا خود اپنی حالت پر مطمئن اور پر سکون رہے اور ماہر دماغ معالج کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جس طرح کوئی اچھا طبیب جسم کا علاج کرتا ہے اسی طرح وہ ذہنی اور دماغی حالات کے نقائص کو دور کرے ۔ اب تک علمی تحقیقات کے میدان میں چند اعتبارات سے "دماغ" ایک ناقابل حل اور خود محققوں ہی کے دماغوں کو چکرا دینے والا مسئلہ بنا ہوا ہے، یعنے نہ تو اس کے عمل کے تمام صحیح راستے معلوم کیے گئے ہیں اور نہ اس کے متعلق عام یا کلی نظریے قائم کیے جا سکے ہیں

جوں جوں علمی نفسیات کی ترقی ہو گی یعنی علم سے عملی میدان میں کام لینے کی زیادہ راہیں پیدا ہوں گی نفسیات کا علم بھی اپنے حقیقی مقصد سے قریب تر ہوتا جائے گا ۔ یہ کیا ہے ؟ یہی کہ انسان کے دماغی وظائف اس قدر منظم اور باہم گر مربوط و متوازن ہو جائیں کہ اپنی انتہائی صلاحیت و قابلیت کے ساتھ کام کرنے لگیں ۔ جیسے وقت گزرتا جائے گا جسم اور دماغ دونوں کا مطالعہ ایک مشترک سائنس بن جائیگا اور اس کو "علم انسان" کہا جائے گا ۔ اور اس سے بھی بالا تر ان روحانی اور اعلیٰ طاقتوں کا علم ہوگا جو ہر انسان کی داخلی اور خارجی زندگی پر حکمرانی کرتی ہیں ۔

ہم اپنی دماغی حالتوں کو منظم کرنے میں ان اہم انسانی صفتوں سے بھی مدد لیتے ہیں جن کو "حسن سیرت" یا اخلاقی اچھائیوں سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ مثلاً ایمانداری، دلیری، مہربانی نیک دلی وغیرہ ایسی خوبیاں ہیں جو ہمارے دماغ میں الجھن اور پیچیدہ احساسات کی پیدائش کو روکتی ہیں اور خوف و اوہام کی ترقی میں ایک موثر "بریک" کا کام دیتی ہیں ۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ اگر ہم اپنی ذات کو صرف خودی و خود غرضی کی طرف مرکوز نہ کرلیں تو ہمارے پاس ان دماغی بیماریوں کو وجود میں لانے کا وقت ہی نہیں ہوتا جو کاہلی اور تنگ نظری کی پیداوار ہیں جس چیز کو "سنک" یا عام بولی میں "بد دماغی" کہتے ہیں وہ کسی خود غرضانہ سبب یا خود بینی سے پیدا ہوتی ہے اور پھر دماغ پر خراب رد عمل پیدا کرتی ہے ۔ اب طبی دنیا میں بہت سی ایسی مثالیں ہمارے سامنے آئی ہیں جب کہ دماغی علاج کے ماہروں نے اپنے مریضوں کو صرف یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ جائیں اور اپنا خیال کبھی نہ کریں ۔ بلکہ اپنی ذات کی طرف سے خیال ترک کر کے دوسروں کی طرف اچھا خیال کریں اگر اس کے بعد کسی قسم کی دماغی پیچیدگی اور خوف زدگی آپ کو ستائے تو میرے پاس آئیں ۔ وہ آپ کا علاج کر دیں گے ۔

چونکہ دماغ کا توازن اور بیرونی تصور زندگی کا توازن ایک دوسرے کا تابع اور ایک دوسرے پر منحصر ہے اس لیے انسان کے اچھے اوصاف کی بڑی قدر و قیمت اس چیز میں ہے کہ وہ ایک شخص کو دوسرے لوگوں کے ساتھ معقول رشتہ میں منسلک کر دیتے ہیں ۔ اس اعتبار سے ایک مفید ترین صفت حقیقی خوش طبعی ، اور مزاح اور ذوق ظرافت بھی ہے ۔ مزاح ایک بہت ہی نازک ، سبک اور لطیف چیز ہے اور اس کا ادراک ہم پر ایک گہرا اثر ڈالتا ہے ۔

یہ بات عام طور سے دیکھی جاتی ہے کہ ہنسنے اور کسی لطیفے یا مضحکہ انگیز چیز سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت ان ہی لوگوں میں زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوتی ہے جو ذہانت اور تخیل کے مالک ہوتے ہیں ۔ مذاق کو یا کسی چیز کے ظریفانہ یا مضحک پہلو کو آناً فاناً سمجھ لینے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے بڑی ہوشیاری چستی اور چوکنے

پن کی ضرورت ہوتی ہے۔ مزاح کے اصلی نکتہ کو فوراً تاڑ لینا بڑی تیزی کا عمل ہے۔ جو لوگ کاہل، کند ذہن یا غبی ہوتے ہیں وہ اس خوب صورت "نکتے" تک نہیں پہنچ سکتے۔

لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مزاح کا اندازہ کرنے کی قابلیت صرف ذہانت ہی تک محدود نہیں ہے۔ اس کے دوسرے اہم پہلو بھی موجود ہیں جو صحت دماغ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مزاح اور لطیف ظرافت کی حقیقی قدر یہ ہے کہ اس کے ذریعہ دماغی علاج کا ماہر اپنے مریض کے دماغ میں دنیا کی چیزوں کی منظم و مربوط اور صحت افزا تصویر داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے، مثلاً مزاح درحقیقت "غیر متوازن" چیزوں کا آئینہ دار ہوتا ہے اور جب ہم ایسی چیزوں پر ہنستے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ غیر متوازن حالات کو مضحکہ انگیز سمجھ کر ہم اسکے مقابلے میں اپنے دماغی توازن کو درست کر رہے ہیں۔ اسی "متوازن دماغ" اور غیر متوازن اشیا کے مقابلے کا دوسرا نام مزاح یا ظرافت ہے اور اسی میں دماغی علاج کا طبی راز موجود ہے۔

ہنسی کا عمل اور خوش طبعی کا احساس، بیرونی غیر متوازن عالم کو ہمارے سامنے بے اصل اور مضحکہ انگیز ثابت کرتا ہے یعنے مزاح و ظرافت کا ادراک حاصل کر کے ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جو چیز بے ربط، نامناسب، بے محل اور بے موقع ہے اور باقی دنیا سے صحیح رشتہ میں منسلک نہیں ہے اس کو سمجھنے اور محسوس کرنے کی قابلیت ہم میں موجود ہے۔ اس لیے یہ عقل و ادراک جس قدر زیادہ ہوتا ہے۔ ہم اس کے "برعکس" یعنے معقول، تمناسب اور مربوط چیزوں کو اسی قدر زیادہ سمجھ سکتے ہیں اور اس کا ادراک و شعور حاصل کر سکتے ہیں۔

موازنہ و مقابلہ کی یہی صلاحیت مزاح کو ایک "دماغی مقوی دوا" کی حیثیت دیتی ہے۔ یعنی "ربط و نظم" اور "بے ربطی و انتشار" میں امتیاز کرنے کی جو مضمر طاقت یا استعداد ہم میں موجود ہوتی ہے اس کو بروئے کار لاتی ہے اور طاقت عمل عطا کرتی ہے جو چیزیں صحیح اور منطقی طریقہ پر آپس میں مربوط و منسلک ہیں ان کی قدر و قیمت سمجھنے میں ہمارا دماغ ترقی کرتا ہے جب سرکس یا تھیٹر میں ہم کسی مسخرے کو عجیب و غریب مضحکہ انگیز لباس پہن کر ٹھٹھول کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو سب سے پہلے ایک "بے جوڑ پن" یا "بے تکے پن" کا خیال ہمارے دماغ میں آتا ہے اور اسی کے بعد ہم اپنی دماغی بے ربطی (اگر بے ربطی موجود ہے) کی طرف رجوع ہو کر اسے دماغ سے باہر نکال دینا چاہتے ہیں گویا صورتِ حال کا یہی "خارجی" پہلو اور "ناممکن" ہونے کا احساس وہ چیز ہے جو ایک متوازن دماغ کو ہنسی اور قہقہہ کی طرف رجوع کر دیتا ہے اور "داخلی" سکون بخشتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ حقیقی مزاح و ظرافت لطیفہ گوئی و خوش طبعی میں اور طعن و طنز و اعتراض و نکتہ چینی میں بہت بڑا فرق ہے۔ پاکیزہ اور بے ضرر مذاق کے ذریعہ کسی مضحکہ انگیز صورت حال کو نمایاں کرنا اور کسی پر کوئی پھبتی کسنا اور چبھتا ہوا طنز یہ اعتراض کر دینا قطعاً دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ ایک میں ذکاوت و لطافت کا حسن ہوتا ہے۔ دوسرے میں دل آزاری کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ ناممکنات کی دنیا اس لیے مضحکہ انگیز ہوتی ہے کہ ہم ان حالات سے دل بہلاتے ہیں یا تفریح حاصل کرتے ہیں جو واقعیت سے خارج ہیں اور جن کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ لیکن طعن و طنز میں ہم ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو حقیقی انسان ہیں، اس لیے ترش کلام ہونا یا ناک بھوں چڑھانا، دماغ کے متوازن اور تن درست ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے خود اپنی ذات میں کسی کمی کے احساس یا تعصب یا غیر معتدل مزاج و طبیعت کا اظہار ہوتا ہے۔

مزاح اپنی لطیف اور دلچسپ ترین شکل میں صرف یہی نہیں بتاتا کہ ہمارے گردوپیش کی اشیا میں کون سی چیزیں بے تکی، غیر منطقی اور مضحکہ انگیز ہیں، بلکہ ہمیں خود اپنی دماغی حالت کا صحیح اندازہ کرنے کا بھی موقع مہیا کرتا ہے۔ اس کے ذریعہ ہم خود اپنی دماغی صلاحیتوں کی جانچ کر لیتے ہیں۔ اس لیے جو شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) خود اپنی خامیوں اور کوتاہیوں پر ہنس سکتا ہے۔ یعنے دوسرے الفاظ میں یہ محسوس کر سکتا ہے کہ اس میں بعض چیزوں کی کمی ہے تو وہ کبھی دماغی علاج کرانے والا مریض نہیں ہو سکتا۔ اور جو مزاح سے متاثر نہیں ہوتا وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس میں معقول و نامعقول کے امتیاز کی صلاحیت نہیں ہے +

خریداران ہمدرد صحت سے التماس

ہے کہ خط و کتابت کے وقت اپنے

خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کیجیے

افسانہ

پیادوں کی بغاوت

سلسلۂ گزشتہ

از ڈی۔ ایم۔ کیلر، ایم۔ ڈی۔

مترجمہ :۔ موسیو اقبال حسین ایم۔ اے۔

سابقہ قسط کا خلاصہ

گراسش !! "ناس ہی جائے ان کم بخت پیادوں کا" ڈرائیور کی زبان سے بریک پر ایک ہلکا سا پاؤں مارتے ہوئے نکلا۔ گاڑی کی رفتار میں بہت خفیف سا فرق آیا، اور ایک سکنڈ میں پھر اپنی اسی رفتار سے فراٹے بھرنے لگی۔

ڈرائیور نے ایک پیادہ عورت کو جو اپنے آٹھ سالہ بچے کا ہاتھ پکڑے بہت دور سے پاپیادہ تھکی ہاری چلی آرہی تھی، موٹر کے نیچے کچل کر ہلاک کر دیا۔ لڑکے کو عورت نے موٹر کے نیچے آتے آتے نالی میں دھکا دے دیا تھا جس کی وجہ سے وہ تو بچ گیا تھا لیکن اس کی ماں کا کام تمام ہو چکا تھا۔ جب اس کی ماں کی قاتل موٹر چلی گئی تو وہ لڑکا نالی میں سے باہر آیا۔ اپنی ماں کی لاش کو بیچ سڑک سے ایک طرف کھینچا اور ایک دن اور ایک رات اس کے پاس سے نہیں ہلا۔ بالآخر بھوک نے اسے بے تاب کر دیا اور وہ پہاڑوں پر سے گزرتا ہوا جنگلوں میں غائب ہو گیا۔ لیکن جس وقت وہ جا رہا تھا "موٹریوں" کے خلاف وہ جوش انتقام سے لبریز تھا، اس کا سارا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ وہ اپنی ماں کے قتل کا انتقام لیے بغیر نہیں مانے گا۔

ساری دنیا موٹر بازی کے خبط میں مبتلا ہو گئی تھی۔ تہذیب کا تقاضا تھا کہ پیدل چلا ہی نہ جائے۔ لیکن جیسے جیسے موٹروں کا رواج بڑھتا گیا لوگوں کی ٹانگیں سوکھتی گئیں۔ فورڈ کے جانشینوں نے گھر کے اندر چلنے پھرنے کے لیے بھی چھوٹی چھوٹی مشینیں بنا دیں۔ تاکہ لوگ گھر میں بھی ہاتھ پاؤں ہلانے کی زحمت سے بچ جائیں۔ یہ سب کچھ پچاس ساٹھ سال میں نہیں ہوا۔ بلکہ رفتہ رفتہ صدیوں میں جا کر ہوا۔ رہنے سہنے کے طریقوں کے ساتھ قانون بھی بدل گیا۔ زندگی میں تیز رفتاری آگئی۔ آہستہ روی ایک جرم ہو گیا۔ چنانچہ پیدلیوں میں سے اب کوئی باقی نہ تھا۔ اکا دکا کہیں دور دراز پہاڑ کی بلندیوں پر بھیڑ بکریوں کی طرح کوئی نظر آجاتا تو آجاتا ورنہ مہذب امریکا میں یہ مخلوق مٹ چکی تھی۔ اس لیے کہ استیصال پیدلی ایکٹ کے پاس ہونے کے بعد جہاں کہیں بھی کوئی پیدلی نظر پڑا اسی لمحہ جان سے گزار دیا گیا۔

انسان کی یہ ہمیشہ سے خصوصیت رہی ہے کہ آب و ہوا کی ناموافقت گرد و پیش و دیگر حالات کی ناسازگاری کے علی الرغم اس نے کسی نہ کسی طرح اپنی ہستی کو برقرار رکھا ہے۔ پیدلیوں کے استیصال کا قانون نافذ ہونے کے باوجود پیدلیوں کی کچھ تعداد اب بھی باقی تھی۔ ان کا سردار اسی آٹھ سالہ لڑکے کا پڑپوتا تھا جس نے اپنی ماں کی لاش سے جدا ہوتے وقت جوش انتقام کا اظہار کیا تھا۔ وہ اوزرک کے پہاڑوں میں رہتے تھے اور تہذیب جدید کی تمام نعمتوں سے محروم ہونے کے باوجود انھوں نے اپنی ایک باقاعدہ ریاست بنا لی تھی۔ ان کا حاکم ہمیشہ ٹلر ہوتا تھا۔ موجودہ حاکم کا نام ابراہیم ٹلر تھا۔ یہ لوگ جاہل نہ تھے۔ نہایت عاقل اور حالات و معاملات کو سمجھنے والے تھے۔ ان میں موجد بھی تھے۔ کالج کے پروفیسر بھی تھے اور قانون و فقہ کے ماہر بھی۔ زراعت اور جنگلوں میں شکار پر ان کی گزر اوقات تھی۔ اس سے جو وقت بچتا وہ اپنی ان محلوں میں گزارتے جو انھوں نے اس جنگل ہی میں بنا لی تھیں۔ ان کے پاس موٹریں بھی تھیں اور وقتاً فوقتاً اپنے

پاؤں باندھ کر دشمن کی سرزمین میں جاسوسی کے لیے بھی جاتے تھے۔ وہ سب کے سب ایک ہی مقصد کے لیے جی رہے تھے اور وہ یہ تھا کہ "ہم ایک روز واپس ضرور جائیں گے۔"

اس وقت امریکا میں خاندان ہیسلرز کا بڑا دور دورہ تھا۔ امریکی سیاست پر وہ بُری طرح چھائے ہوتے تھے۔ وہ اس قدر رُپے اور قوت کے مالک سمجھے جاتے تھے کہ سارا امریکا ان کے اشارے پر ناچتا تھا۔ وہ جس کو چاہتے تھے وہ صدر منتخب ہوتا تھا۔ ولیم ہنری ہیسلر اس خاندان کا نمائندہ تھا۔

اس کے ہاں ایک لڑکی تھی جو بڑی ہو کر پیدل چلتی تھی۔ موٹر اور مشین پر سوار ہو کر چلنے سے اُسے سخت نفرت تھی ہیسلر اسے دیکھ دیکھ کر سخت متفکر ہوتا تھا کہ آخر اس لڑکی کا ہوگا کیا۔ اس کے علاج کے سلسلہ میں ہزاروں تجویزیں ماہرین کی جانب سے آئیں۔ لیکن ایک بھی قابلِ قبول نہ تھی۔ ان ماہرین میں سے ایک بوڑھے پروفیسر کو ہیسلر نے اس لڑکی کی تعلیم کے لیے مقرر کردیا۔ پروفیسر نے ایک روز ہیسلر سے پوچھا "آپ نے کبھی اپنے خاندان کی ہسٹری کا بھی مطالعہ کیا ہے؟ آپ کو معلوم ہے اس لڑکی میں کس کس کا خون شامل ہے؟"

اس نے اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا۔ لیکن اس نے یہ بتایا کہ ابھی ایک کتب فروش نے اس کی اجازت سے ان کے خاندان کی ہسٹری طبع کرائی ہو۔ وہ کتاب پروفیسر نے منگا کر دیکھی اور مطالعہ کرنے کے بعد بتایا "کہ آپ کے انقلابی جدِ امجد کا نام ابراہیم ملر تھا۔ آپ کے پردادا کی ایک بہن تھیں اُنھوں نے ابراہیم ملر سے شادی کرلی۔ ابراہیم ملر کی زندگی نے زیادہ عرصہ وفا نہ کی۔ وہ اور اس کی بیوی سخت قسم کے بیدلی تھے۔ چناں چہ ابراہیم ملر کی وفات کے بعد جب استیصال بیدلی ایکٹ پاس ہوگیا تو ان کی بیوہ اپنے آٹھ سالہ لڑکے کو ہمراہ ملک سے فرار ہو رہی تھی کہ راہ میں ایک موٹر ڈرائیور نے اسے کچل کر ہلاک کردیا۔ آپ کی لڑکی اپنے آباؤ اجداد پر گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی ٹانگیں اتنی ہی لمبی ہوئی ہیں جتنی کہ بیدلیوں کی ہوتی ہیں۔ جب حال یہ ہے تو اب اس کا کوئی تدارک نہیں ہوسکتا۔ جو کچھ سمجھ کر کیجیے۔ بہرحال یہ آپ کی لڑکی ہے جو اس کی خواہشیں ہوں وہی آپ کی ہونی چاہییں۔ اسے ٹانگیں سنبھال کرنے دیجیے۔ غالبًا یہ درختوں پر چڑھے گی، دریاؤں میں تیرے گی اور میدانوں میں خوب دوڑے گی۔"

ہیسلر نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا "یہ ہے اس تمام تقریر کا لبِ لباب، بس تو ہمارے خاندان کا تو خاتمہ ہوگیا۔ اس بندریا سے کون شادی کرے گا۔ خواہ یہ کتنی بھی ذہین ہو۔ بہرحال آدمیت سے تو خارج ہوگی۔ ہاں تو آپ کا یہ خیال ہے کہ یہ کسی دن درختوں پر بھی چڑھے گی۔ اگر یہ بات ہو تو پھر بلاشبہ میرے لیے جہنم یہیں میرے اپنے گھر میں بن جائیگا۔ لیکن وہ اپنی زندگی سے خوش کتنی ہے!"

"ہاں یہ صحیح ہے اگر قہقہوں کو علامتِ خوشی تسلیم کیا جائے۔ لیکن کیا یہ بڑی ہونے اور سنِ بلوغ سے گزرنے کے بعد بھی ایسی ہی رہے گی؟ اسی طرح ہنستی کھیلتی رہے گی؟ وہ دوسروں سے بالکل مختلف ہوگی، اس کے ساتھ کون آکر کھیلے گا۔ یہ صحیح ہے کہ اس پر استیصالی ایکٹ کا نفاذ میں نہیں ہونے دوں گا۔ میری پوزیشن اسے ایکٹ کی زد سے بچا لے گی اور اس کے خاطر میں چاہوں گا تو اس ایکٹ ہی کو منسوخ کردوں گا۔ لیکن اس بچی کی تنہائی کا کیا علاج ہوگا مجھے تو رات دن یہی فکر کھائے جا رہا ہے۔"

"شاید پڑھنا لکھنا سیکھنے کے بعد وہ تنہائی نہ محسوس کرے۔"

ہیسلر اور بوڑھے پروفیسر نے بہ یک وقت اس لڑکی کی طرف دیکھا۔

"ہیں! یہ کیا کر رہی ہے؟" ہیسلر نے پوچھا۔

"پروفیسر اس کی حرکات کے متعلق تم مجھے اوروں سے کچھ زیادہ جانتے معلوم ہوتے ہو۔ تمھارے علاوہ میں اب تک جن لوگوں سے ملا ہوں وہ بیچارے اسے دیکھ کر ہکا بکا سے رہ جاتے ہیں۔"

"اس وقت یہ کود رہی ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ اس نے آج تک کسی کو کودتے نہیں دیکھا لیکن یہ پھر بھی تو کود رہی ہے۔ میں نے خود بھی آج تک کسی کو کودتے

نہیں دیکھا، لیکن میں نے بتا دیا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ در اصل میں نے ایک بہت پرانی کتاب میں بچوں کو اچھلتے کودتے دیکھا ہے اسے دیکھ کر میں بتا سکا۔"

اس گفتگو کے بعد بوڑھے پروفیسر کو ہیسلر نے اپنی بچی کی تعلیم کے لیے مقرر کر لیا۔ اس کی ڈیوٹی یہ بھی تھی کہ وہ پیدلیوں کے بچوں کے حالات کا پرانی کتب سے مطالعہ کرے تاکہ اسے معلوم ہو کہ وہ کس کس طرح اپنے ہاتھ پاؤں استعمال کیا کرتے تھے۔ پھر اسی طرح وہ اس لڑکی کو بھی سکھائے اور تربیت دے۔ اس بچی کی جسمانی ورزش وغیرہ کی دیکھ بھال بھی اسی کے ذمہ تھی۔ وہ اپنی پرانی کتب سے ورزشوں اور کھیل کود کی تصویریں نکالتا اور اسے دکھاتا تھا تاکہ وہ انھیں دیکھ دیکھ کر نقل کرے اور خود بخود سیکھ جائے۔ کچھ ہی دن بعد اس لڑکی نے بہت کچھ سیکھ لیا۔ وہ گیند سے کھیلنا سیکھ گئی رسی پر سے بھی کودنے لگی۔ اور رقص بھی کرنے لگی اور اچھل کر دیم یا کسی بانس کو بھی عبور کرنے لگی۔ پڑھنے پڑھانے میں بھی وہ بوڑھا پروفیسر کئی کئی گھنٹے صرف کیا کرتا تھا اور ہمیشہ اس جملے سے شروع کرتا تھا۔

"دیکھو یہ ہے وہ طریقہ جس طرح وہ لوگ کیا کرتے تھے"

وقتاً فوقتاً ہیسلر اپنی لڑکی کی خاطر دوسری ہمسایہ لڑکیوں کو مدعو کرتا تھا اور انھیں پارٹی میں بلاتا تھا۔ وہ لڑکیاں بھی خوش اخلاقی سے پیش آنے کی کوشش کرتی تھیں اور مارگیرٹا ہیسلر بھی ان کے ساتھ بڑی اچھی طرح ملتی تھی —— لیکن یہ پارٹیاں زیادہ دن نہیں چلیں اور ناکامیاب رہیں دوسری لڑکیاں سب اپنی اپنی کاروں میں آتیں اور سب کام کاج بھی انھیں میں بیٹھے بیٹھے کرتیں۔ غرض ہمہ وقت انھیں میں سوار رہتی تھیں۔ بظاہر وہ خوش اخلاق بننے کی کوشش کرتی تھیں لیکن ان کی آنکھیں اور آپس کے اشارے بازیوں سے ان کی چھپی ہوئی حقارت ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ مارگیرٹا بے وقوف نہ تھی کہ ان اشارے بازیوں اور کن انکھیوں کو نہ سمجھ سکتی۔ چنانچہ اسے اپنی ہمسایہ لڑکیوں کے اس سلوک پر سخت اذیت ہوتی اور ان کے جانے کے بعد وہ اکثر پھوٹ پھوٹ کر روتی تھی۔

"آخر میں اور لڑکیوں کی طرح کیوں نہیں بن سکتی؟"

وہ اپنے باپ سے اسی حالتِ گریہ میں پوچھتی۔ "کیا ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ ابا جان، شاید آپ کو معلوم نہیں کہ یہ لڑکیاں جن کو آپ میرے خاطر بلاتے ہیں مجھ پر اس وجہ سے ہنستی ہیں کہ میں پیدل چلتی ہوں اور ادھر سے اُدھر جانے کے لیے اپنی ٹانگیں استعمال کرتی ہوں۔"

ہیسلر نہایت ہی نیک و سمجھ دار باپ تھا۔ وہ اپنی قسم کے مطابق شروع ہی سے اپنی لڑکی کو ایک گھنٹہ روزانہ دیتا تھا اور اس وقت کو وہ بے کار سمجھ کر ٹالتا نہ تھا۔ بلکہ اپنی لڑکی پر اتنی ہی توجہ صرف کرتا جتنی وہ اپنے کاروبار کے اہم معاملات میں کرتا تھا۔ اکثر وہ مارگیرٹا سے بالکل اس طرح گفتگو کرتا تھا جیسے وہ اس کی ہمعصر اور ہم عمر ہے اور پوری طرح معاملاتِ زندگی کو سمجھتی ہے۔

"بیٹی تم بزدل کیوں ہوتی ہو۔" وہ اس کو تسلی دیتے ہوئے کہتا، "تمھاری اپنی شخصیت بالکل علیحدہ ہے محض یہ واقعہ کہ تم دوسری لڑکیوں سے کچھ مختلف واقع ہوئی ہو یہ معنے نہیں رکھتا کہ وہ صحیح ہیں اور تم غلط۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی صحیح ہوں اور تم بھی صحیح۔ انھیں قدرت نے ایسی ٹانگیں نہیں دیں کہ وہ چل پھر سکیں۔ وہ کاروں میں چلتی پھرتی ہیں۔ تمھیں قدرت نے پوری ٹانگیں دی ہیں۔ تم ان کے بل پر چل پھر سکتی ہو۔ تمھاری خواہشات اور جسمانی ساخت بھی ہم سے قدرے مختلف ہے۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری نسبت تم زیادہ صحیح و سالم ہو۔ پروفیسر نے مجھے جو پرانے زمانے کی تصویریں دکھائی ہیں ان میں لوگوں کی ایسی طاقت ور ٹانگیں ہوتی تھیں جیسی کہ تمھاری ہیں جب حال یہ ہے تو ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آج جو کچھ ہماری ٹانگوں کی حالت ہے یہ ترقی یافتہ حالت ہے یا تنزل گرفتہ۔ بعض اوقات جب میں تمھیں کودتے اور دوڑتے ہوئے دیکھتا ہوں تو مجھے تم پر رشک آتا ہے اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ کاش میرے بھی ایسی ہی ٹانگیں ہوتیں تو میں بھی اسی طرح کلیلیں کرتا پھرتا۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم سب تمھارے مقابلے میں محتاج ہیں۔ اپنی روزانہ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے مشین کے دست نگر ہیں۔ تم جہاں چاہو جا سکتی ہو۔ اس کے بعد تمھیں اور کس چیز کی ضرورت ہے؟ نیند اور غذا؟ سو وہ تم خود حاصل کر لیتی ہو۔ دن بھر کھیلنے، کودنے اور پڑھنے لکھنے کے بعد تم رات کو تھک کر خوب سوتی ہو اور پرندوں کا شکار کر کے تازہ گوشت کھاتی ہو۔ میں سمجھتا ہوں اس مشینی زمانے میں بھی ایک طرح سے تم فائدے ہی میں ہو۔ ہاں ایک فرق ہے وہ یہ کہ تم چار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہو جب کہ میں ایک گھنٹہ میں سو میل سے زائد طے کر لیتا ہوں۔"

لیکن اباجان! میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر میں اس قدر تیز چلنے کی کوشش ہی کیوں کروں۔ آخر اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟

"میں یہ بات تمھاری زبان سے سن کر ہمیشہ حیران ہوتا ہوں کہ آخر تم تیز اور جلدی جانا کیوں پسند نہیں کرتیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنے اباؤ اجداد سے ٹانگیں ہی ورثہ میں نہیں لیں، بلکہ خواہشات بھی لی ہیں۔ یعنی تم ٹانگوں ہی کے اعتبار سے دقیانوسی نہیں ہو بلکہ اپنے خیالات و خواہشات کے اعتبار سے بھی صدیوں ہم سے پیچھے ہو۔ تم اور بھی عجیب عجیب حرکتیں کرتی ہو۔ پروفیسر نے مجھے بتایا کہ تم نئے نئے ہتھیار جو گھر میں ہیں انھیں استعمال نہیں کرتیں، بلکہ تم نے کسی عجائب گھر سے ایک تیر اور کمان منگوائی ہے اور تم اس سے پرندوں، مرغابیوں اور بطخوں کا شکار کرتی پھرتی ہو۔ وہیں جنگل ہی میں آگ جلا کر تازہ پرندے کو بھون کر کھا جاتی ہو اور اپنے پروفیسر کو بھی کھلاتی ہو، کیا یہ دقیانوسیت نہیں ہے بس یہ چیز میری سمجھ میں نہیں آتی"

"واہ ابا! ——— میری یہ غذا تو آپ کی مرکب اور مصنوعی غذاؤں سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ ذرا پروفیسر سے تو پوچھیے۔ وہ کہتے ہیں کہ پرندوں کے گوشت کے تازہ رس کے استعمال سے تو ان میں طاقت آچلی ہے، اور وہ جوان ہوتے جا رہے ہیں۔ ہیسلر کو یہ سن کر بے ساختہ ہنسی آگئی"

"بیٹی تم بس وحشی ہو۔ کسی طرح ایک وحشی سے کم نہیں"

"لیکن واہ ابا! میں لکھ پڑھ جو سکتی ہوں!"

"ہاں یہ تو میں بھی جانتا ہوں" "اچھا جاؤ خوب کھیلو، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ مجھے اصل میں جو فکر ہے وہ تمھارے ہی جیسے ایک اور وحشی کی تلاش ہی، تاکہ تمھارا کوئی تو زندگی کا ساتھی ملے لیکن افسوس کہ میں اب تک بالکل ناکام رہا۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ دنیا میں میرے علاوہ اور کوئی ٹانگوں والا ہے ہی نہیں؟"

"ہاں جہاں تک میری تلاش و معلومات کا تعلق ہے اس حد تک تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ ۵ سال سے میرے ایجنٹ مہذب دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھر رہے ہیں سوائے سائبیریا اور تاتاری علاقہ کے جہاں کچھ پیدلی اور ٹانگوں والے پائے جاتے ہیں باقی کسی جگہ نہیں ہیں۔ سو ان کو یہاں بلانا ناممکن ہے۔ کوئی نہ ملا تو پھر بن مانسوں اور بندروں میں تمھیں رکھوں گا۔"

"اباجان میں ایک شخص کو اکثر خواب میں دیکھا کرتی ہوں" لڑکی نے ذرا اترا کر کہا" وہ بڑا اچھا لڑکا ہے اور بالکل میری طرح چل پھر سکتا ہے۔ کیا خواب سچے بھی ہوتے ہیں؟"

ہیسلر نے مسکرا کر کہا، "خدا کرے یہ صحیح نکلے! اچھا بیٹی مجھے ذرا جلدی ہے اور نیو یارک بہت جلد پہنچنا ہے۔ کچھ کام ہو تو بتا دو"

"اباجان کام تو ہے اک ایسا آدمی ڈھونڈیے جو موم تبیاں بنانا سکھا سکتا ہو"

"موم تبیاں؟ یہ کیا بلا ہے؟"

وہ دوڑی اور اپنے کمرے سے ایک پرانی کتاب لائی اور اس میں سے یہ عبارت پڑھ کر سنائی:-

"بحری قزاق اور اس کے ساتھی سوتے وقت موم بتی کی روشنی میں مطالعہ کیا کرتے تھے"

"اچھا میں سمجھ گیا" ہیسلر نے سن کر کہا" میں نے ایک جگہ کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ کیتھولک چرچ میں اسی قسم کی چیز جلا کرتی تھی۔ اچھا تو تم وہ بنانا چاہتی ہو۔ پھر پروفیسر سے ملو اور اس سلسلے میں جس چیز کی ضرورت ہو منگوا لو۔ ہاں ان سے ایک فائدہ بھی ہے کہ جب بجلی خراب ہو جائے گی تو اس وقت انھیں جلا کر کام نکالا جا سکتا ہے۔ لیکن یہاں تو بجلی بھی کبھی فیل نہیں ہوتی۔ خیر پھر بھی گھر میں ہوں گی تو کچھ کام ہی آئیں گی"

"نہیں مجھے بجلی کی ضرورت ہی نہیں مجھے تو موم تبیاں اور انھیں جلانے کے لیے دیا سلائی چاہیے"

"دیا سلائی؟"

"سچ کہتی ہوں اباجان۔ بعض چیزوں سے تو آپ بالکل ناواقف ہیں۔ میں بہت سے ایسے الفاظ جانتی ہوں کہ آپ نے باوجود اس قدر دولت و ثروت انھیں کبھی سنا بھی نہیں؟"

"یہ سچ کہا بیٹی تم نے۔ اچھا ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ موم تبیاں کس طرح بنائی جاتی ہیں۔ تمھارے لیے کچھ بطخیں بھیج دوں؟"

"نہیں نہیں، ہرگز نہیں مجھے تو شکار کھیل کر کھانے میں مزہ آتا ہے"

واقعی بیٹی تو تو بالکل وحشی اٹھی ہے"

"اباجان! معاف کیجیے۔ اگر میں وحشی اٹھی ہوں تو آپ سب لوگ خود انسان کے متعلق بہت کچھ نہیں جانتے!"

اسی طرح پڑھتے پڑھاتے، کھیلتے کھلاتے مارگیرٹا

ہیلر سترہ سال کی عمر کو پہنچ گئی۔ دراز قامت، مضبوط، پھرتیلی، چہرے کا رنگ ہوا اور دھوپ میں زیادہ پھرتے رہنے کی وجہ سے بھورا پڑ گیا تھا۔ وہ تیر و کمان سے شکار کھیلتی تھی اور نشانے کی بہت سچی تھی۔ ہمیشہ شکار کا گوشت کھاتی تھی۔ موم بتی کی روشنی میں مطالعہ کرتی۔ گھر میں قالین بنتی اور قدرتی مناظر میں بڑی دل چسپی لیتی تھی۔ اب وہ زیادہ معمر آدمیوں سے ملتی جلتی تھی اور اپنی ہمسایہ عورتوں سے بہت ہی کم ملتی تھی۔ ملازمین اور ملازماؤں کی موجودگی کو بس گوارا کر لیتی تھی۔ اپنے استاد پروفیسر سے وہ اتنی ہی محبت کرتی تھی جتنی اپنے والد سے۔ اس لیے کہ جو کچھ وہ جانتی تھی اسی بوڑھے شخص کے پڑھانے اور سکھانے کا نتیجہ تھا۔ وہ بھی اب بوڑھا ہو چکا تھا اور اونگھتا رہتا تھا۔

اب اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ سفر بھی کرے۔ نیویارک دیکھنے کی اسے بڑی خواہش تھی لیکن چونکہ اس راہ میں بڑی مشکلات حائل تھیں، باپ نے اجازت نہیں دی۔ سڑکوں پر وہ چل نہیں سکتی تھی۔ پیدلیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے پہڑیوں کا رواج ہی جاتا رہا تھا۔ وہ آخر چلتی کیوں کر؟ اس کے علاوہ اور بھی دقتیں تھیں۔ اُسے دیکھتے ہی لوگ گھبرا اٹھتے کہ یہ کون جانور آیا۔ یہ کونسی مخلوق آگئی۔ اتنے بڑے شہر میں جہاں صدیوں سے کبھی کوئی پیدلی نہ دیکھا گیا ہو کسی پیدلی کا پہنچ جانا گویا بلوہ کو دعوت دینا تھا۔ قانون سے بچانا تو آسان تھا۔ لیکن نیویارک کے لوگوں سے اس کی جان بچانا ممکن نہ تھا۔ ہرچند ہیلر کافی باثر اور خود مختار تھا، لیکن وہ بھی اس کے تصور سے ڈر گیا۔ پھر اگر یہ صورت بھی پیش نہ آتی تب بھی ہیلر یہ تو جانتا تھا کہ اب تک تو چند ہی لوگوں اور خاندانوں کو اس لڑکی کا حال معلوم ہے۔ ایک مرتبہ نیویارک چلی گئی تو پھر اخبارات میں شائع ہونے سے کوئی قوت نہیں روک سکے گی اور ملک کے بچے بچے کو اس لڑکی کا حال معلوم ہو جائے گا۔

نیویارک میں متعدد عمارتیں ایک ایک سو منزلیں بلند تھیں۔ سیڑھیوں کا وہاں رواج نہ تھا۔ نہ اس کی ضرورت ہی تھی۔ لیکن احتیاطاً زینے کی بجائے چکردار ڈھلوان اور پھسلواں ایسے راستے بنے ہوئے تھے کہ خود چلنے والی گھریلو چھوٹی چھوٹی گاڑیوں میں بیٹھ کر اگر کوئی اوپر جانا چاہے تو جا سکتا تھا یا بجلی کے لفٹ جو آناً فاناً نیچے سے اوپر لے جاتے تھے اگر خراب ہوں تو انسان اس پھسلواں زینے کے ذریعہ چلا جائے۔ اگرچہ یہ صورت حال وہاں کبھی کسی کو بھی پیش نہیں آئی۔

جتنا زیادہ بلندی پر مکان ہوتا اس کا اتنا ہی زیادہ کرایہ ہوتا تھا۔ نچلی منزلوں کے لیے بھی مصنوعی طور پر تازہ ہوا پہنچانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ لیکن بالائی منزلوں میں بحر اوقیانوس کی تازہ ہوائیں آتی تھیں۔ مکھیوں اور مچھروں کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ نیویارک میں اسی قسم کی نئی عمارت کا اضافہ ابھی حال ہی میں ہوا تھا اور اس کی سب سے بالائی منزل پر ایک نیا دفتر کھلا تھا۔ اس کے دروازے پر ایک سائن بورڈ پر لکھا تھا، "نیویارک الکٹریکل کمپنی" یہ دفتر ہر اعتبار کر معیاری تھا۔ اس کے ایک بڑے کمرے میں ایک خاتون اسٹینو گرافر بھی تھی جو ایک بے آواز مشین پر کام کرتی تھی۔ ٹیلی فون کے جوابات بھی وہی دیا کرتی تھی۔

اس کمرے میں ایک روز جون کے مہینے میں کوئی ایک درجن کے قریب لیڈر مدعو تھے۔ ان میں سے جو بھی آ رہا تھا یہ سمجھ کر آ رہا تھا کہ بس وہ تنہا ہی مدعو کیا گیا ہے۔ یہاں پہنچ کر یہ لوگ کچھ حیران سے تھے اور انھیں اس میٹنگ کے متعلق کچھ شکوک و شبہات بھی ہونے لگے۔ لیکن زبان سے اظہار کوئی نہ کرتا تھا۔ وہاں تین آدمی ایسے بھی تھے جو ہیلر سے حسد کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ ہیلر کو نیچا دکھائیں۔ ہیلر بھی ان کے ارادوں سے واقف تھا اور انھیں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آتا تھا۔ اگر کہیں اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ تینوں بھی مدعو ہیں تو وہ یہاں آتا ہی نہیں۔ خاتون سٹینو گرافر انھیں ایک گول میز کے گرد بٹھاتی گئی۔ بیٹھے کیا وہ اپنی خود رفتار گاڑیوں میں بیٹھے رہے وہاں کرسیوں کی تو ضرورت ہی نہ تھی۔ لیکن وہاں ایک کرسی کی موجودگی پر وہ سب حیران تھے کہ اس قسم کی کرسی کا یہاں کیا کام؟ باقی تمام فرنیچر ٹھیک تھا۔ ایسا ہی تھا جیسا ایک جدید ترین دفتر میں ہونا چاہیے۔ اس قسم کی کرسی اُنھوں نے عجائب خانہ میں تو دیکھی تھی۔ لیکن دفتر میں دیکھنے کا اس روز پہلا موقع تھا۔

گھنٹہ گھر نے دو کی گھنٹی بجائی ان میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی گھڑیوں کو دیکھا۔ ایک آدمی کی تیوری پر بل آئے اس کی گھڑی کچھ منٹ پیچھے تھی۔ ایک ہی لمحہ بعد تمام حاضرین کی تیوریوں پر بل تھے۔ اس اجنبی نے ہمیں ٹھیک دو بجے کا وقت دیا تھا اور وہ وقت پر نہیں پہنچا۔ ہمارا تو ایک ایک منٹ نہایت قیمتی ہے۔

ایک منٹ بھی نہیں گزرنے پایا تھا کہ دروازہ کھلا اور وہ شخص اندر چل کر آیا۔ وہ سب ہکا بکا اور حیران سے رہ گئے۔ اس کا قد، اس کی ہیئت کچھ عجیب سی معلوم ہوئی غرض ان کے لیے نیو یارک میں اس نائپ کا انسان ایک معمہ تھا جو ناقابلِ حل تھا۔

وہ شخص آتے ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔ بیٹھنے کے بعد وہ دوسروں سے زیادہ اونچا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کا رنگ بھورا تھا اور اس کے چہرے پر رونق تھی۔ اس کے مقابلے میں ان سب کے چہروں پر زردی کھنڈی ہوئی تھی۔ اس نے نہایت شاہانہ انداز میں ان سب پر نظر ڈالی اور بولا:۔

"میرے معزز مہمانو! آج آپ سب نے میری دعوت قبول کر کے اس احقر کو جو عزت بخشی ہے اس کی شکرگزاری کے لیے میں اپنے پاس الفاظ نہیں پاتا۔ مجھے معاف کیجیے۔ میں نے مدعو کرتے وقت آپ لوگوں کو یہ نہیں بتایا کہ اور لوگ بھی مدعو ہیں۔ میں جانتا تھا کہ اگر میں ایسا کروں گا تو کچھ لوگ میری دعوت میں شریک نہ ہوں گے۔ اور اگر آپ میں سے ایک شخص بھی اس میٹنگ میں شریک ہونے سے رہ جاتا تو یہ میٹنگ اتنی کامیاب نہ ہوتی جتنی میں اسے کامیاب بنانا چاہتا تھا۔

"اس کمپنی کا نام "نیو یارک الکٹریکل کمپنی" ہے۔ یہ نام محض آڑ ہے تاکہ اصل مقصد صاف نہ ہونے پائے۔ اصل میں یہاں کمپنی وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ میں پیدلیوں کی قوم کا نمائندہ ہوں۔ نمائندہ کیا، در اصل میں ہی ان کا صدر ہوں اور میرا نام ابراہیم ملر ہے۔ کوئی چار نسلیں گزری ہوں گی۔ آپ لوگوں کو شاید معلوم ہو کہ کانگریس نے ایک قانون پاس کیا تھا جس کا مفاد یہ تھا کہ تمام ملک سے پیدلیوں کا استیصال کر دیا جائے۔ اس کے بعد پیدلیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا گیا اور وحشی جانوروں کی طرح انھیں گولیوں سے اڑا دیا گیا۔ میرے پرداداجن کا نام بھی ابراہیم ملر تھا۔ وہ پین سلوانیا کے ایک بلوے میں مارے گئے تھے۔ ان کی بیوی پر ایک موٹر کار چڑھا کر ہلاک کر دیا گیا۔ ہماری جانب سے کوئی لڑائی نہیں لڑی گئی اور نہ کوئی تصادم ہوا۔ ہماری تعداد اس وقت ملک بھر میں دس ہزار سے زائد نہ تھی۔ نتیجہ اس قانون کا یہ ہوا کہ چند سال کے اندر اندر پیدلیوں سے ملک صاف ہو گیا۔ کم سے کم آپ کے آباؤ اجداد نے اس وقت یہی سمجھا تھا۔ حالاں کہ کچھ لوگ بچ کر نکل گئے تھے جو آج تک زندہ ہیں۔ ابتدائی زمانے میں جو مقدمات ہم پر چلائے گئے تھے وہ سب ہماری تاریخوں میں ثبت ہیں اور ہم اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ ہم نے ایک بستی بنا کر رہنا شروع کیا تھا اور اب ہماری اچھی خاصی نو آبادی موجود ہے۔

"ہر چند ہماری تعداد کل دو سو نفر سے زائد نہیں ہے لیکن ہم میں ایک بھی جاہل نہیں ہے۔ ہمارے سامنے ایک ہی مقصد رہا ہے اور اسی کے لیے ہم اب تک جان توڑ کوشش کرتے رہے ہیں اور وہ یہ کہ ہمیں مہذب دنیا میں واپس آنے اور بسنے کا حق دیا جائے۔ ایک سو سال سے ہمارا مقولہ یہ رہا ہے۔

"ہم ضرور واپس جائیں گے"

"سو آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نیو یارک میں اس غرض کے لیے آیا ہوں اور سب صاحبان کی کانفرنس بھی اسی ایک غرض کے لیے منعقد کی گئی ہے۔ جہاں میں نے آپ کے مدعو کرنے میں آپ کی دولت واثر اور قابلیت کا لحاظ رکھا ہے وہاں اس کا بھی لحاظ رکھا ہے کہ وہ آپ ہی کے آباؤ اجداد تھے جنھوں نے پیدلیوں کے استیصال کرنے کا قانون بنایا تھا، آپ کو آج یہ قوت و اقتدار حاصل ہے کہ اگر آپ چاہیں تو اپنے آباؤ اجداد کی غلطیوں اور گناہوں کا کفارہ ادا کر سکتے ہیں۔ ہم بہر حال امریکن ہی ہیں اور آپ ہی کے بھائی بند ہیں آپ سے ہم یہ درخواست کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ ہمیں واپس بلا لیا جائے۔ کیوں صاحبو! کیا آپ ہمیں واپس آنے کی اجازت دیں گے؟ ہم بہر حال یہاں آ کر بھی پیدلی ہی رہیں گے ہماری حفاظت کا بھی خاطر خواہ بندوبست کر دیا جائے۔ ہم میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو ہوائی جہاز اور موٹر کاریں چلا سکتے ہیں لیکن ہم ان چیزوں کو استعمال کرنا نہیں چاہتے۔ ہم تو پیدل چلنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کبھی ہمارا دل چاہے کہ ہم شاہراؤں پر چلیں تو وہاں بھی بلا خوف جان چل پھر سکیں۔ ہمیں آپ لوگوں سے نفرت نہیں ہے۔ ہمیں تو آپ کو دیکھ کر ترس آتا ہے۔ ہم آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ آپ کے راستے میں دقتیں پیدا نہیں کریں گے بلکہ آپ کا ہاتھ بٹائیں گے اور مل جل کر کام کرنے کی کوشش کریں گے۔

"ہم جسم و اعضا سے کام لینے کے قائل ہیں۔ ہم اپنے بچوں کو خواہ کچھ بھی سکھائیں، خواہ مشین پر کام کرنا ہی کیوں نہ بتائیں

لیکن وہ سب کریں گے ہاتھ ہی سے کام ۔ ہم خود بھی ہر قسم کی مشینری کو سمجھتے ہیں اور چلا سکتے ہیں ۔ لیکن ہم اسے اپنے استعمال میں لانا پسند نہیں کرتے ۔ بیلوں، گھوڑوں اور پالتو مویشیوں سے ہم اپنے کام نکالتے ہیں ۔ بعض مقامات پر ہم نے پانی سے اپنے رِل چلا رکھے ہیں اور لکڑی بھی اسی کی مدد سے چیرتے ہیں ۔ تفریحاً شکار کھیلتے ہیں، مچھلیاں پکڑتے ہیں، ٹینس کھیلتے ہیں، دریاؤں اور جھیلوں میں تیرتے ہیں ۔ ہم بھی مہذب ہیں ۔ ہمیں آپ غیر مہذب نہ سمجھیں ۔ اپنے جسموں کو پاک صاف رکھتے ہیں اور اسی طرح ہمارے دماغ بھی پاک صاف رہتے ہیں ۔ گندے اور ناپاک خیالات کا ان میں گزر نہیں ہوتا ۔ ہمارے ہاں لڑکوں کی ۲۱ سال میں اور لڑکیوں کی ۱۸ سال میں شادی کردی جاتی ہے ۔ تمام بچے تن درست و توانا ہوتے ہیں شاید ہی کوئی بچہ کم زور ہوتا ہو ۔

"ہم گوشت و سبز ترکاریاں کھاتے ہیں ۔ زمین میں اناج بوتے ہیں ۔ اب ایسا موقع آگیا ہے کہ ہم اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کی دیکھ بھال نہیں کر سکتے اور وقت آگیا ہے کہ ہم آباد دنیا میں آجائیں ۔ بس ہمیں تو آپ حفاظت سے بسنے کی ضمانت دے دیجیے ۔ اور کچھ نہیں چاہتے ۔ میں آپ لوگوں کو پندرہ منٹ سوچنے کے لیے دیتا ہوں، تاکہ اس دوران میں آپ لوگ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں ۔ اس کے بعد میں دوبارہ حاضر ہوں گا، اور آپ لوگوں کا جواب معلوم کروں گا ۔ اگر آپ مجھ سے کچھ سوالات کرنا چاہیں تو میں بخوشی جواب دینے کے لیے حاضر ہوں ۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر کسی دوسری جگہ چلا گیا ۔ حاضرین میں سے ایک ٹیلی فون پر لپکا ۔ لیکن ٹیلی فون کا تار کٹا ہوا پایا ۔ ایک صاحب دروازے کی طرف جھپٹے مگر اسے بھی بند پایا ۔ وہ خاتون اسٹینوگرافر بھی غائب ہو گئی تھی ۔ کچھ غصہ کا اظہار کر رہے تھے اور ان کی گفتگو میں معقولیت کا شائبہ تک نہ تھا ۔ فقط ایک شخص خاموش تھا ۔ اور وہ ہیسلر تھا ۔ ہیسلر بے حس و حرکت بیٹھا تھا ۔ اس قدر خاموش کہ سارا کا سارا سگار اس کے ہونٹوں میں جل کر تمام ہو گیا ۔

پندرہ منٹ گزرنے کے بعد لمر واپس آیا ۔ کوئی دس بارہ سوال ان لوگوں نے اس سے کر ڈالے ۔ ایک شخص تو اس پر بہت ہی غصہ ہوا ۔ آخر میں جب مکمل خاموشی ہو گئی تو لمر نے پھر پوچھا ۔ "آپ لوگوں نے میری درخواست پر کیا غور فرمایا ۔ مجھے اس کا جواب دیجیے ۔" ان میں سے ایک نے کہا :۔

"آپ ہمیں ایک ہفتہ اس مسئلے پر غور و خوض کرنے کے لیے دیجیے ۔ اس وقفہ میں ہم رائے عامہ سے بھی استصواب کر لیں گے ۔"

"نہیں" ہیسلر نے کہا، "ہمیں اپنا جواب آج اور ابھی دے دینا چاہیے ۔"

"جی ہاں، آپ تو یہ چاہیں گے،" اس کے دشمن نے تلخی سے کہا، "آپ کے ابھی جواب دینے کا سبب تو میں خوب جانتا ہوں ۔ اگرچہ اور لوگوں کو اور عام پبلک کو نہیں معلوم ۔"

"اس کے لیے تو" ہیسلر نے کہا، "میں تم سے اچھی طرح سلٹ لوں گا ۔ تو کہیے ! تجھے معلوم ہے ؟ اچھا تو پھر تو نے ہی مجھے بدنام کیا ہے ۔"

لمر نے میز کو کھٹ کھٹایا تاکہ کمرے میں خاموشی ہو جائے اور پوچھا،

"آپ لوگوں کا کیا جواب ہے ؟"

ایک شخص نے ہاتھ اٹھایا ۔ تاکہ باقی حاضرین اسے بولنے کا موقع دیں ۔ اس نے کہا :۔

"ہم سب لوگ بیدلیوں کی تاریخ سے واقف ہیں ۔ ہمیں یقین ہے کہ موٹر باز اور بیدلی ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتے ۔ ہم دو سو کروڑ ہیں اور یہ کل دو سو نفر ہیں ۔ یہ جس وادی میں اس وقت رہتے ہیں وہیں رہیں، ہمیں ان سے کوئی تعرض نہ ہوگا ۔ میرا اپنا خیال تو یہ ہے کہ یہ شخص جو ہمارے درمیان موجود ہے اگر یہی ان کا لیڈر ہے تو باقی دوسرے لوگوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے ۔ یہ جاہل لوگ ہیں اور فتنہ و فساد برپا کرنے والے ہیں ۔ اگر ایک مرتبہ ہم نے ان کو یہاں آنے کی اجازت دے دی تو خدا جانے اس کے بعد یہ اور کیا مطالبے پیش کر دیں گے ۔ میرا خیال ہے کہ اس شخص کو فوراً گرفتار کر لینا چاہیے ۔ ہماری سوسائٹی کے لیے اس کا وجود ایک لعنت ہے ۔"

ایک شخص کا بولنا تھا کہ اور لوگوں کی بھی ہمت بندھی ۔ جب ان لوگوں نے تقریر ختم کر لی تو یہ بات واضح ہو گئی کہ سوائے ہیسلر کے وہ سب اس کے خلاف تھے اور اس پر کسی قسم کا رحم کھانے کے لیے تیار نہ تھے ۔

لمر ان سب کا جواب سننے کے بعد ہیسلر کی طرف مخاطب ہوا اور بولا :۔

"آپ کا فیصلہ کیا ہے ؟"

"میں تو خاموش ہوں اور خاموش ہی رہنا چاہتا ہوں"

ان سب لوگوں نے جو کچھ کہا آپ نے سن ہی لیا۔ میں ان کے درمیان تنہا ہوں۔ اگر میں آپ کی موافقت میں کوئی رائے دوں بھی تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔"

ملر اپنی کرسی سے اٹھا۔ اور اس نے کھڑکی کے پاس جاکر شہر پر ایک نظر ڈالی۔ بعض اعتبارات سے وہ واقعی نہایت خوب صورت شہر تھا۔ نیچے بازاروں میں اور دوسرے مقامات میں ۲۰ کروڑ کے قریب موٹرباز اپنی زندگی پہیوں پر گزار رہے تھے اسے ان بے ٹانگوں والے شہریوں پر ترس بھی آیا، لیکن جب وہ خود ہی اپنا بھلا نہ چاہیں تو اس کا اس میں کیا قصور تھا۔ وہ دوبارہ ان کی طرف متوجہ ہوا اور اس طرح گویا ہوا:۔

"میں تو چاہتا تھا کہ اطمینان سے کام ہو جائے اور سیدھی انگلیوں گھی نکل آئے۔ ہمارا منشا خونریزی نہیں ہے اور نہ ہم جنگ و جدال چاہتے ہیں۔ تم لوگوں نے جو پبلک کے جذبات سے آئے دن کھیلتے ہو، ابھی اپنی گفتگو سے ظاہر کر دیا کہ گورنمنٹ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔ میں بھی جانتا ہوں اور آپ لوگ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہاں لوگوں کی حکومت نہیں ہے یہ تو سب بڑے پیمانہ پر ایک مذاق ہے جو مدتوں سے ہو رہا ہے۔ اصل میں حاکم تو تم لوگ ہو تم جس کو چاہتے ہو مجلس قانون ساز کے لیے انتخاب کر لیتے ہو۔ پبلک اور عامۃ الناس کا کیا ہے۔ وہ تو تمھارے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ اسی وجہ سے حکومت سے براہ راست درخواست کرنے کے بجائے میں نے تم لوگوں کو بلایا تھا۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ جو کچھ تمھارا فیصلہ ہوگا وہی حکومت کا ہوگا۔ بہرحال میں چونکہ سمجھتا تھا کہ تم لوگ ہمارے حق میں کس قسم کا فیصلہ کر دگے اس لیے میں نے ایک مختصر سے کاغذ پر خود ہی آپ لوگوں کی طرف سے لکھ لیا ہے۔ اس میں بس ایک ہی جملہ ہے کہ

'پیدلیوں کو واپس آنے کی اجازت نہیں دیجاسکتی'

"آپ لوگ جب سب اس پر دستخط کر دیں گے تو اس کے بعد میں تم کو بتاؤں گا کہ ہم پیدلی کیا کچھ کر سکتے ہیں"

"ہم کیوں دستخط کریں؟" سب سے پہلے شخص نے کہا جو ملر کے دائیں جانب بیٹھا تھا۔

"بہت اچھا یہ لیجیے" ان الفاظ کے ساتھ ملر نے اس کاغذ کی گولی بنا کر میز کے نیچے پھینک دی۔ تھوڑی دیر وہ بالکل خاموش رہا۔ اس کے بعد جو بولا تو یہ کہا کہ "ہم نے اپنی اس نوآبادی میں بالکل نئے اصول پر ایک ڈائنما بنایا ہے۔ وہ بجلی کے زور پر چلتا ہے اور جب ہم اسے چلا کر اس کی انرجی کو پھیلا دیتے ہیں تو اس کا اثر یہ پڑتا ہے کہ سوائے عضلاتی حرکات کے تمام مشینی حرکات ناممکن الوقوع ہو جاتی ہیں۔ تمام حرکت ایک ہی مرتبہ بند ہو جاتی ہے۔ ہم نے اسے باقاعدہ آزما لیا ہے اور چھوٹے پیمانہ پر اس کا امتحان بھی کر لیا ہے ہمیں ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ جب ہم اس انرجی کو اس ڈائنما کے ذریعہ کسی علاقہ میں چھوڑ دیتے ہیں تو پھر اس کو بند کیوں کر کریں۔ ہمیں ابھی تک اس دوا کا توڑ نہیں معلوم۔ ہمارے انجینیر میرے سگنل اور اشارے کا انتظار کر رہے ہیں یہاں سے میں بذریعہ ریڈیو انھیں سگنل دوں گا۔ اب تک کی ہماری تمام گفتگو بھی وہ ریڈیو کے ذریعہ سن رہے تھے۔ میں یہاں سے انھیں سگنل دوں گا اور وہاں بٹن دبا دیا جائے گا۔ یہ معلوم ہے میرا سگنل کیا ہے؟ وہی ہے جو ہمارا مقولہ ہے کہ

'ہم ضرور واپس آئیں گے'

"اچھا یہ ہے تمھارا سگنل" ان میں سے ایک شخص نے ذرا کھسیانا ہو کر کہا، "اچھا پھر کیا ہوا"

"کچھ بھی نہیں،" ہیسلر نے جواب دیا، "کم از کم مجھے تو اس سگنل کے بعد بھی کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوئی۔ ابراہیم ملر! کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"کچھ زیادہ نہیں" ملر نے کہا، "بس سوائے پیدلیوں کے باقی تمام کی ہلاکت! ہمیں صحیح صحیح نہیں معلوم کہ تم زندہ رہو گے یا مر جاؤ گے۔ شہری تو غالباً اپنے اپنے خانوں میں سب ہی مر جائیں گے۔ دیہات وغیرہ میں کچھ لوگ بچ جائیں تو بچ بھی جائیں"

"ارے ارے" ان میں سے ایک کروڑپتی نے کہا "میں تو ابھی تک کچھ بھی محسوس نہیں کرتا۔ یہ شخص تو پاگل ہے اور خوابوں کی دنیا میں رہتا ہے۔ میں جا رہا ہوں اور فوراً پولیس کو اطلاع کرتا ہوں۔ دیکھو دروازہ کھولو اور ہمیں جانے دو"

ملر نے اسی وقت دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھلتے ہی سب نے اپنی اپنی مشین کو چلانا چاہا لیکن ایک مشین نے بھی حرکت نہیں کی۔ بڑے پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہوا، ان کی مشینیں مردہ کیسے ہو گئیں؟ ایک شخص کو ملر پر اس قدر غصہ آیا کہ اس نے پستول نکال کر فائر کیا لیکن فائر بھی نہیں ہوا۔

ملر نے اپنی گھڑی نکالی۔

"اس وقت دو بج کر چالیس منٹ ہوئے ہیں۔ موٹر باز مرنا شروع ہو گئے ہیں۔ اگرچہ انھیں معلوم نہیں ہے کہ یہ کیا

ہوا ہے جب انھیں پتہ چلے گا تو ایک مرتبہ ہی سب میں موت دہراس کی لہر دوڑ جائے گی ۔ ہم پیدیوں کی تعداد تو فقط دو تین سو سے زائد نہیں ہے ۔ ہم لاکھوں کروڑوں لنجوں اور اپاہجوں کو کس طرح روٹی دے سکتے ہیں ۔ سو ہم سے بھی کسی مدد کی توقع نہ رکھو ۔ آپ لوگ بھی یہاں زیادہ دیر رہ کر کیا کریں گے آپ کی خود رفتار گاڑیوں میں بریک تو سب کے ہاں موجود ہیں پھسلواں زینے میں سے اتر جائیے اس لیے کہ لفٹ تو قطعی بے کار و ناکارہ ہو چکی ہے ۔ میں اپنے اسٹینو گرافر کو بلاتا ہوں میں اور وہ تم کو دھکیل دھکیل کر زینے تک لے آئیں گے ۔ وہ میری جاسوس ہے جو یہاں موٹر باز بن کر کام کرتی تھی ۔ اچھا جناب خدا حافظ ! سو سال ہوئے کہ آپ نے ہماری نسل کو اجاڑنے کے لیے قانون پاس کیا تھا اور بزعم خود اجاڑ ہی دیا تھا ۔ لیکن ہم کسی نہ کسی طرح بچ نکلے ہم تو آپ کی نسل کو اجاڑنا نہیں چاہتے ۔ لیکن ہاں ہمیں آپ کا مستقبل تاریک نظر آتا ہے ۔ "

ہیسلر کے علاوہ ان دونوں نے سب کو زینے پر دھکیل دیا ۔ اس نے احتجاج کیا کہ مجھے زینے پر سے اس طرح لڑھکانے سے پہلے اس کھڑکی کے پاس لے جاؤ ۔

ملر نے اُسے کھڑکی کے پاس پہنچا دیا ۔ ہیسلر نے کھڑکی میں جھانک کر دیکھا ۔

" آسمان پر ہوائی جہاز اڑ رہے تھے ۔ یہ سب کہاں چلے گئے ؟ "

" ہاں اڑ تو رہے تھے " ملر نے جواب دیا ۔ " وہ سب زمین پر گر پڑے اس لیے کہ ان سب کی بھی مشین خراب ہو گئی "

" تو کیا تمام مشینیں ٹھہر گئیں ہا "

" جی ہاں ، تقریباً سب ہی ٹھہر گئیں ۔ بس ہاتھ پیروں کی حرکت باقی ہے ۔ بندوق و پستول کے بجائے تیر و کمان اب بھی کام دے گا ۔ تمام بجلی کے کارخانے اور تمام مشینی کاروبار یک لخت جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے ہیں ۔ ایسے ہو گئے جیسے مر جاتے ہیں ۔ "

" یہ بھنبھناہٹ کی آواز کیسی آ رہی ہے " ، ہیسلر نے پوچھا ۔

" اس کا مطلب یہ ہے " ملر نے کہا " کہ بازاروں دفتروں اور کارخانوں میں سخت گڑبڑ اور گھبراہٹ پھیل گئی ہے ۔ اور لوگ بڑی تیزی سے مرنے لگے ہیں ۔ کوئی ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتا ٹیلی فون ، تار اور دوسرے تمام ذرائع آمد و رفت ختم ہو گئے ۔ میرے پاس تو پالتو کبوتر ہیں جن کے ذریعہ میں اپنی قوم کے پاس پیغام بھیج سکتا ہوں اور مجھے وہاں پہنچنے اور ان کے یہاں آنے میں کئی ماہ صرف ہوں گے لیکن میں چل پھر سکتا ہوں ، زندہ رہ سکتا ہوں ۔ "

ہیسلر نے منت سماجت سے ملر سے کہا کہ " جب تم مصیبت ہم پر لا سکتے ہو تو اسے روک بھی سکتے ہو ۔ اسے روک دو ۔ "

" ہم اسے اب ٹھہرائیں کس چیز سے ۔ خود ہماری بجلی کی مشینیں رک گئیں ۔ ہمارے پاس مشینری کو دوبارہ حرکت میں لانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے ۔ "

" تو بس ہمارے لیے تو اب موت مقدر ہے ۔ "

" مجھے افسوس ہے کہ اب کوئی چارۂ کار باقی نہیں ہے ۔ ممکن ہے تمھارے سائنس دان اس کا کوئی تدارک سوچ سکیں بہرحال ہم نے بھی کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو موت کے پنجے سے بچا لیا تھا ۔ اگرچہ آپ کی قوم نے تو ہمیں موت کے گھاٹ اتارنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی ۔ ممکن ہے کہ آپ بھی اسی طرح اپنے بچنے کی کوئی صورت نکال لیں ۔ ہم تو اب بھی تصفیہ چاہتے تھے ۔ انتقام ہمارا مقصد اب بھی نہ تھا ۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کی ذہنیت کا خود ہی اندازہ لگا لیا ۔ اگر ان کا بس چلتا تو اسی لمحہ ہماری بستی کو تہس نہس کر دیتے ۔ ہم نے تو اس وقت جو کچھ کیا اپنے بچاؤ میں کیا ہے ۔ "

ہیسلر نے سگرٹ سلگانے کی کوشش کی ۔ لیکن اس کی بجلی کی ڈبیہ سے کچھ کام نہیں دیا اور وہ اپنے سگرٹ کو اپنے دانتوں ہی سے چبا کر رہ گیا ۔

" آپ کہتے ہیں کہ آپ کا نام ابراہیم ملر ہے میرا خیال ہے کہ ہم آپس میں پھوپھی زاد بھائی ہوتے ہیں ۔ میرے ہاں ایک کتاب ہے اس کے مطالعہ سے تو یہی پتہ چلتا ہے ۔ "

" جی ہاں مجھے یہ سب معلوم ہے ۔ آپ کے پر دادا اور میری نانی آپس میں بھائی بہن تھے ۔ "

" جی ہاں ہمارے ہاں جو پروفیسر ہے اس نے بھی یہی بتایا تھا ۔ اگرچہ میں اس وقت کچھ نہیں سمجھا تھا ۔ مجھے تو بھائی اپنی بیٹی کا بڑا فکر ہے ۔ "

وہ بھنبھناہٹ رفتہ رفتہ بڑھنی شروع ہوئی اور طرح طرح کی بھیانک چیخ پکاروں میں بدل گئی ۔ لیکن اس تمام چیخ پکار

کی مل ملاکر ایک آواز سنائی دیتی تھی ۔ جیسے جیسے طمر کے کانوں میں یہ آوازیں پڑ رہی تھیں وہ پریشان ہوتا جاتا تھا۔ اسی حال میں وہ کمرے میں ٹہلنے لگا ۔ ٹہلتے ٹہلتے ہیسلر کی طرف مخاطب ہوکر بولا:-

"میں سمجھتا تھا کہ میرا دل بڑا سخت ہے اور میں کسی چیز کا بھی اثر قبول نہیں کروں گا ۔ میں نے تربیت ہی اس خاص دن کے لیے پائی تھی ۔ ہماری طرف حق ہے ، انصاف ہے ۔ ہمارا خدا ہے اور جو کچھ میں نے اس وقت کیا ہے اس کے علاوہ مجھے کوئی دوسرا طریقہ بھی نظر نہیں آتا تھا ۔ لیکن حق بجانب ہونے اور اپنے اخلاقاً صحیح ہونے کے یقین کے باوجود ہیسلر! میری طبیعت پر اثر ہے ۔ لوگوں کو اس طرح مرتا ہوا دیکھ کر میرا جی متلانے لگا ہے ۔ جب میں لڑکا ہی سا تھا تو میں نے دیکھا کہ چوہیا کواڑ میں بھنچ گئی ہے اور تقریباً کٹنے کے قریب ہے ۔ میں نے اسے نکالنے کی کوشش کی ۔ لیکن اس کم بخت نے میرے ہی ہاتھ پر دانت مارا ۔ جب مجھے ہی اس نے کاٹ کھایا تو میں نے اسے اور بھینچ دیا اور مار ڈالا ۔ بہر حال وہ کم بخت خود ہی مری ۔ میرا اس میں کوئی قصور نہیں تھا ۔ لیکن اس وقت بھی میرا ایسا جی متلایا کہ میں نے وہیں قے کردی ۔ بس اس وقت میری بالکل وہی کیفیت ہے ۔ ۲۰۰ کروڑ آدمی ہمارے چاروں طرف مر رہے ہیں ۔ ان میں مرد اور عورت سب ہی شامل ہیں اگر میں اس وقت نیچے جاکر ان کی مدد بھی کروں تو یہ میرے سب لپٹ جائیں گے اور مجھے جان سے مار ڈالیں گے ۔ میں چاہوں بھی تو اس قدر انسانوں کو بہ یک وقت نہیں مار سکتا ۔ میں کیا کروں؟ یہ سب ان ہی کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے ۔ اپنے ہاتھ پاؤں پر بھروسہ کرنے کے بجائے جب انسان مشینوں ہی پر بالکل تکیہ کرے گا تو اس کا پھر یہی حشر ہوگا ۔"

"لیکن مجھ پر یہ اثر نہیں ہوتا" ہیسلر نے کہا ۔ "میں تو اپنے دشمن کو کچل ڈالنے کا عادی ہوں ۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو موقع پر وہ مجھے کچل ڈالیں گے ۔ میں تو ان تمام باتوں کو اب صحیح نظر سے دیکھ رہا ہوں ۔ واقعی ہماری یہی سزا ہے ۔ سالہا سال سے میں اس تہذیب پر غور کر رہا ہوں ۔ جب سے میرے ہاں یہ لڑکی ہوئی ہے ۔ میں نے زبان سے نہیں کہا لیکن دل میں یہی سمجھتا رہا کہ ہم لوگوں نے یہ اپنا کیا حال بنا لیا ہے ۔ ہم تو حقیقتاً مشین کے محتاج ہیں ۔ میرا دل اندر ہی اندر پچھتا رہا ہے ۔ زندگی میں کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی ۔ اس پہلے مجھے تو جو کچھ ہو رہا ہے ۔ اس کی اب کوئی پرواہ نہیں ۔ میں خود بھی جاتا ہوں اور جس طرح اور سب مر رہے ہیں اسی طرح ختم ہو جانا چاہتا ہوں ۔ اس تہذیب کا علاج ہی یہ ہے !"

"نہیں ، نہیں آپ یہیں ٹھہریں گے ۔ آپ سے ہمیں ابھی کام لینا ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ان تمام واقعات کی تاریخ مرتب کریں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہوا ہے اس کا صحیح صحیح ریکارڈ ہماری آئندہ نسلوں تک پہنچے اور آپ سے زیادہ ان واقعات کی صحت پر دوسرا کوئی گواہ نہیں ہو سکتا ۔ اس کے علاوہ میں یہ نہیں چاہتا کہ ہماری اولاد ہمیں ظالم سمجھے ۔ آپ یہاں میرے سٹینو گرافر کے ساتھ کام کیجیے ۔ اس اثنا میں میں آپ کی لڑکی کو ڈھونڈ کر لاتا ہوں ۔ ہم کسی پیدل کا کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دیں گے اور تم کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں گے اور کسی نہ کسی طریق پر تمھیں گھوڑے پر سوار ہونا سکھا دیں گے ۔"

"تو کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں زندہ رہوں ؟"

"جی ہاں چاہتے تو ہی ہیں ۔ لیکن آپ کی خاطر نہیں ۔ اس کی کچھ اور وجوہ ہیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے نوجوانوں کو بتائیں کہ موٹر باز کس قسم کے لوگ تھے ۔ آپ انھیں مشینی زندگی کے مضرات براہ راست بتا سکتے ہیں ۔ ہم آپ کو نمونہ کے لیے زندہ رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ہمارے دوسرے رفیق اور ہماری چھوٹی نسل عبرت پکڑے اور آئندہ کبھی مشین کو ہاتھ بھی نہ لگائے ۔ آپ کو دیکھ کر اور آپ جو کچھ کہیں گے اسے سن کر وہ نہیں کریں گے اور عقائد میں سخت مضبوط ہو جائیں گے ۔"

"بہت خوب ، ہیسلر نے خوش ہوکر کہا ۔" میں نے اب تک امریکا میں صدر بنائے ہیں اور میں امریکا کے چوٹی کے آدمیوں میں سے تھا ۔ میری یہ سزا بالکل ٹھیک ہے کہ میں آپ کی نئی دنیا کے لیے نمونہ عبرت بنوں ۔ بہت ٹھیک ، مجھے یہ منظور ہے ۔"

ہاں تمھاری شہرت بھی خوب ہو گی ۔ امریکا میں بس تم ہی ایک موٹر باز باقی بچو گے ۔"

"اچھا پھر اپنی خاتون سٹینو گرافر کو بلاؤ ۔ میں تو کام شروع کرنے کے لیے بالکل تیار ہوں ۔"

وہ سٹینو گرافر نیو یارک میں سال بھر سے تھی ۔ وہ اصل میں مرد تھا اور طمر ہی کے رفیقوں اور ساتھیوں میں سے تھا ۔ اُسے بچپن ہی سے تربیت دے کر موٹر بازوں میں بطور جاسوس چھوڑا تھا ۔ وہ اپنی ٹانگوں کو باندھ کر نہایت خوبی سے موٹر باز

عورت بن جاتا تھا اور نہایت کامیاب عورت بن کر رہتا تھا۔ وہ ان کے تماشوں میں جاتا۔ ان کی مجالس میں شریک ہوتا اور ان کے گھروں تک میں آتا جاتا، لیکن کیا مجال جو پہچانا جائے۔ وہ نہایت ماہر جاسوس تھا۔ لیکن نیویارک جیسے شہر میں اس کا پہلا موقع تھا۔ اسی عمارت میں ایک فرم میں سٹینوگرافر تھا وہ اپنے کام میں نہایت استاد تھا۔ اسی کمپنی میں ایک اور خاتون سٹینوگرافر تھی۔ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے خوب ملتے جلتے تھے۔ اس دوسری عورت نے اس سے اظہار محبت کرنا شروع کیا۔ وہ جاسوس اس قصے کو نہیں سمجھا وہ اس قسم کے جذبات سے نا آشنا تھا۔ اس کے علاوہ عورتوں میں عاشق و معشوق کے سلسلہ میں وہ بالکل نا آشنا تھا۔ اس مہذب دنیا میں یہ تعلقات اس نے پہلی مرتبہ دیکھے تھے۔

جب وہ خاتون سٹینوگرافر اس کو لپٹ کر پیار کرتی تو یہ بڑا گھبراتا اس نے تجویز کی کہ ہم دونوں ایک کمرے میں ساتھ رہیں گے لیکن اس صورتِ حال کو جاسوس سٹینوگرافر نے قبول نہ کیا اس لیے کہ یہ مرد تھا۔ بہرحال دن کا زیادہ وقت وہ ایک دوسرے کی صحبت میں گزارتے تھے۔ یہ چوں کہ مرد تھا اور وہ عورت اس طرح ساتھ رہتے اور بوس و کنار کرتے اس کے جذبات قدرتی طور پر بھڑک اٹھے اور یہ فی الواقع اس سے محبت کرنے لگا۔ کئی مرتبہ بہ جوش محبت میں اپنا راز اس خاتون سٹینوگرافر کو بتاتے بتاتے رہ گیا۔ یہ چاہتا تھا کہ اس کی جان بچ جائے اور بعد میں یہ اس سے شادی کرے۔ چنانچہ جب نیویارک والے مر رہے تھے اور اس عمارت کی دوسری منزل والے بھی مر رہے تھے تو اس جاسوس سٹینوگرافر کو اپنی بے ٹانگوں والی محبوبہ کی فکر پڑی۔ یہاں جو اس نے ملر اور ہیسلر کو گفتگو کرتے دیکھا تو چپکے سے نچلی منزل میں اپنی خاتون سٹینوگرافر کے پاس گیا اور اس سے اپنی داستان کہہ سنائی۔ اور بتا دیا کہ وہ مرد ہے، عورت نہیں ہے۔ اس نے یہ بھی بتا دیا کہ موٹر بازوں کی تمام دنیا ایک ہفتہ کے اندر ختم ہو جائے گی۔ لیکن تم زندہ رہو گی۔ بشرطیکہ مجھ سے شادی کر لو اور میری ہو جاؤ۔ میں تمہیں دیہات میں لے جاؤں گا۔ وہاں دونوں آرام سے زندگی بسر کریں گے۔"

جاسوس کی اس تمام تقریر کو اس بے ٹانگوں والی عورت نے بڑی توجہ سے سُنا۔ اس نے کہا "ہاں میں بخوشی شادی کرنے کو تیار ہوں۔ اور فرطِ محبت میں اس کے لپٹ گئی۔ پہلے اس کے لبوں کو چوما، پھر گردن کو چوما اور اسی طرح چومتے چومتے اس کی شہ رگ کو اپنے تیز دانتوں سے پکڑ کر کاٹ ڈالا۔ وہ تو حضرت وہیں خون نکل کر ڈھیر ہو گئے اور وہ عورت بھی پانچ چھ روز میں بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر گئی۔

ملر کو اپنے جاسوس سٹینوگرافر کا پتہ بھی نہیں چلا کہ کہاں گیا۔ اگر اس کے پاس وقت ہوتا تو وہ اس کو تلاش بھی کرتا، لیکن اسے ہیسلر کی لڑکی کو بچا کر لانے کا فکر دامن گیر ہو گیا تھا۔ وہ خود بھی چاہتا تھا کہ ایک پیدلی کو بچائے۔ ملر کے لیے موٹر بازوں کے درمیان اس کا وجود قدرت کی بغاوت کا ایک بین ثبوت تھا۔ وہ اس زندہ ثبوت کو محفوظ دیکھنا چاہتا تھا۔

یہاں اس دفتر کی سب سے اونچی منزل پر ملر نے کھانے پینے کی تمام چیزوں کا ذخیرہ محفوظ کر رکھا تھا۔ ہیسلر کو وہ سب چیزیں دکھا دیں تاکہ اس کی غیبت میں وہ بھوک کی وجہ سے نہ مر جائے۔ اس نے اپنے لیے بھی کچھ تھوڑا سا کھانے پینے کا سامان لے لیا اور وہاں سے سڑکوں کا نقشہ لے کر اور ہیسلر کے محل کا پتہ دریافت کر کے چل کھڑا ہوا۔

ملر کو سب سے بڑا خوف یہ تھا کہ راستوں میں موٹر باز راستہ روکے کھڑے ہوں گے ان کے درمیان سے وہ نکل کر کیسے جائے گا۔

یہاں صورتِ حال اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ جس لمحہ وادیٔ اوزک سے انرجی چھوڑی گئی، اسی لمحہ تمام مشینری بند ہو گئی تھی۔ نیویارک میں ۲۰ کروڑ آدمی اپنی اپنی کاروں میں تھے۔ بعض دفتروں میں کام کر رہے تھے، بعض دوکانوں میں کچھ لوگ ہوٹلوں میں کھا پی رہے تھے اور کچھ لوگ گلیوں میں میں پھر رہے تھے۔ لیکن تھے یہ سب کے سب اپنی اپنی مشینوں پر سوار۔ چنانچہ جیسے ہی مشینوں کی حرکت بند ہوئی یہ سب جہاں تھے وہیں کے وہیں رہ گئے۔ آمد و رفت کے تمام ذرائع ایک ہی لمحہ میں ختم ہو گئے ٹیلیفون، ریڈیو، تار، و اخبار سب کے سب بے کار ہو چکے تھے۔ جہاں تک ایک شخص کی آواز جا سکتی تھی اپنی دکھ بھری کہانی سنا سکتا تھا ذرا غور فرمایئے کہ جس ملک میں ہر شخص اپنی زندگی کے لیے مشین کا محتاج ہو وہاں بغیر مشین کے ایک دوسرے کی مدد بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ ایک حلقہ اور علاقہ کے آدمی کو دوسرے علا

کا کچھ پتہ نہ تھا۔ شروع میں تو لوگ کچھ سمجھے نہیں کہ یہ کیا ہوا۔ لیکن جب کچھ گھنٹے اس حال میں بیٹھے بیٹھے گزر گئے اور جہاں تک نظر کام کرتی سب کا یہی حال دیکھا تو ان سب کو خوف و ہراس نے آن دبایا۔ لیکن یہاں مشکل یہ تھی کہ اس حال میں جائیں تو کیسے جائیں۔ ایک روز تو نیویارک والے اپنی اپنی موٹروں اور انفرادی کاروں میں بیٹھے رہے۔ لیکن دوسرے روز ان سب میں ایک اجتماعی حرکت شروع ہوئی۔ وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں سے اترے اور جدھر منہ اٹھا ادھر کی طرف اپنے غیر مستعمل اور کمزور ہاتھوں کے بل پر اپنے جسموں کے بوجھ کو کھینچنا شروع کر دیا۔ لیکن وہ چلتے کیا کیڑے مکوڑوں کی طرح رینگ رہے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دور گھسٹتے اور ٹھہر جاتے۔ موت کے خوف نے ان کے دلوں کو پکڑ لیا تھا۔ موت سامنے کھڑی نظر آرہی تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ جب کھانے ہی کو نہیں ملے گا تو سب مر جائیں گے۔ ان کے زندہ رہنے کی ایک ہی صورت تھی کہ دیہاتوں سے باقاعدہ کھانا کسی ذریعہ سے یہاں لایا جائے اور ان میں تقسیم ہو جائے۔ لیکن یہ کرتا تو کون کرتا۔ ان میں سے تو کوئی کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ مویشی ان کے ہاں اول تو تھے ہی نہیں اور جو تھے وہ بیکار تھے کہ ان سے کوئی کام لینے والا ہی نہ تھا۔ پانی کے مشینی پمپ بیکار ہو چکے تھے۔ پانی کی ہر چہار طرف قلت تھی۔ سوائے دریاؤں کے کسی دوسری جگہ سے پانی حاصل کرنا ناممکن تھا۔ اور دریا شہر میں سے ہو کر گزر رہا تھا۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔ اگر اس کا بھی پانی مل جاتا تو غنیمت تھا۔ چنانچہ جب بھوک پیاس نے زیادہ ستایا تو ساری آبادی دریا کی طرف گھسٹنی شروع ہو گئی۔ ان کی رفتار بہت سست تھی۔ جو زیادہ سے زیادہ تیز چل سکتا تھا وہ ایک میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہا تھا۔ جب وقت …ل پر پہنچے ہیں تو اس قدر کھینچ پیچ کہ سینکڑوں تو دب کر مر گئے۔ دوسرے روز دوپہر کے وقت دریا کے کنارے پہنچ تو گئے

لیکن وہاں تہ بہ تہ ایک دوسرے پر اس طرح ٹوٹے کہ جو وہاں پہنچا زندہ نہ بچا۔ کچھ تو دریا میں گر گر کر مر گئے۔ کچھ نے ایک دوسرے کو لوٹنا کھسوٹنا شروع کیا۔ مختصر یہ کہ بہت جلد کچھ گھنٹوں میں لاکھوں آدمی ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ کچھ ہوٹلوں اور کھانے پینے کی دوکانوں پر بھوک سے بے تاب ہو گئے اور اتنی تعداد میں پہنچ گئے کہ وہیں بھنچ کر مر گئے۔ جو کھانے سے قریب تر تھے اور کھا سکتے تھے انھیں بھی کچھ نہ مل سکا۔ وہیں دبے کے دبے رہ گئے۔

بیس گھنٹے کے اندر اندر ان کی تمام انسانیت ختم ہو گئی تھی۔ ہر شخص نفسی نفسی پکار رہا تھا۔ لیکن اس ہما ہمی میں کچھ لوگ ایسے بھی دیکھے گئے جنھوں نے بے غرضی سے کام لیا۔

ایک ہسپتال میں ایک نرس اپنے مریضوں کو چھوڑ کر نہیں گئی اور جو کچھ غذا وہاں موجود تھی ان ہی کو کھلا دی۔ یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے مریضوں سے پہلے وہ خود مر گئی۔ ایک ہسپتال میں ایک عورت کے ہاں بچہ ہوا۔ مشینی حرکت بند ہو جانے کے بعد جب سب اسے چھوڑ کر چلے گئے تو وہ اپنے بچے کو چھوڑ کر کہیں نہیں گئی اور مرتے وقت اس کو اپنے سینے سے لگائے

رکھا۔

جس وقت طراس بلند ترین عمارت سے اتر کر ہیسلر کی لڑکی کو لینے کے لیے چلا تو نیو یارک میں یہ کچھ ہو رہا تھا۔ اس لیے ایک لوہے کا ڈنڈا اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ لیکن وہاں ایسی نفسی نفسی تھی کہ اس وقت کسی نے اس کو دیکھا بھی نہیں۔ وہ نہایت تیزی کے ساتھ ففتھ ادینیو کی جانب بڑھتا گیا۔ دیہات میں بھی لوگ اسی طرح مر رہے تھے۔ لیکن انھیں شہروں کے متعلق کچھ پتہ نہیں تھا۔

دوسرے روز طر صبح ہی فرش گھاس سے اٹھا اور پھر روانہ ہو گیا اس مرتبہ وہ شہروں اور قصبوں سے بچ بچ کر چلا۔ اس نے راستہ میں بہت کم کھایا پیا۔ تاکہ ہیسلر کی لڑکی اگر بھوکی ہو تو اس کے کھلانے کے لیے اس کے پاس کچھ نہ کچھ موجود ہو۔ دوسرے روز شام کے قریب اسے دور سے ایک قافلہ آتا نظر آیا۔ تین گھوڑے تھے۔ دو گھوڑوں پر تو پانی کے جگ اور کچھ گٹھریاں بندھی ہوئی تھیں۔ اور تیسرے پر ایک کرسی بندھی ہوئی تھی، جس پر ایک بوڑھا آدمی بیٹھا تھا۔ ایک گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ایک خوبصورت پیدلی چلی آرہی تھی اس کی پیٹھ پر ایک تیر کمان لٹکی ہوئی تھی اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک مضبوط سی چھڑی تھی۔ وہ نہایت بے باک انداز سے چلی آرہی تھی۔

قافلہ کو دیکھ کر طر سڑک کے درمیان رک گیا جب قافلہ قریب آیا تو اس نے ہاتھ سے ٹھیرنے کا اشارہ کیا۔ اس خاتون نے دیکھا تو کہا، "ہیں تم کون ہو اور ہمارا راستہ کیوں روکتے ہو؟"

"میں ابراہیم طر ہوں، کیا تم مارگیرا ہیسلر نہیں ہو؟ میں تو تمھاری ہی تلاش میں پھر رہا ہوں۔ تمھارے والد ماجد بیرے ہاں بالکل صحیح و سالم ہیں اور انھوں ہی نے مجھے بھیجا ہے۔"

"تو کیا تم پیدلی ہو؟"

"جی ہاں بالکل ایسا ہی جیسے کہ تم۔"

پروفیسر جو کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا، ان دونوں کی گفتگو کی آواز سے چونک پڑا۔ اس نے اس نوجوان کو دیکھا۔ پھر مارگیرا کو دیکھا تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا، "بے شک پرانے زمانے کے لوگ ایسے ہی ہوتے تھے۔"

ایک روز اتوار کو جب کہ موٹر بازوں کو ختم ہوئے صدیاں گزر گئی تھیں، ایک لڑکا اور اس کا باپ نیو یارک کے نوآباد شہر کے نیچرل سائنسز کے عجائب خانہ میں تصویریں اور عجائبات دیکھتے پھر رہے تھے۔ پورا نیو یارک ہی عجائب خانہ تھا۔ لوگ وہاں بہت کم رہتے تھے۔ دیہات و قصبات میں اپنے مزرعوں کے پاس لوگ رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ لیکن موٹر بازوں کے تہہ میں روزانہ جانا ان کے نصاب تعلیم میں شامل تھا۔ چنانچہ دیکھتے دیکھتے وہ لڑکا ایک گلاس کیس کے سامنے رکا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بڑی سی گاڑی ہے۔ نہ اس میں بیل ہیں نہ گھوڑے اور نہ ان کے جوتنے کے لیے جگہ ہے تو وہ بڑا حیران ہوا اور اپنے باپ سے دریافت کیا، "اباجان ذرا اس گاڑی کو تو دیکھو کیسی ہے، نہ اس میں گھوڑے ہیں نہ بیل اور ذرا ان آدمیوں کو تو دیکھو جو اس کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی ٹانگیں کہاں گئیں؟"

"بیٹا، گاڑی موٹر کہلاتی تھی اور اس میں جو لوگ بیٹھے ہیں یہ موٹر باز کہلاتے تھے۔" باپ تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا رہا اور مختصراً اپنے بچے کو موٹر بازوں کی تاریخ سنائی تاکہ وہ قانونی گرفت سے بچ جائے۔ وہاں قانوناً ہر باپ کا فرض تھا کہ وہ اپنے بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی موٹر بازوں کی عبرت ناک زندگی اور موت کی کہانی سنائیں تاکہ ملک بھر میں کوئی بچہ ایسا نہ رہ جائے جو شروع ہی سے مشینی زندگی سے نفرت نہ کرنے لگے ✢

بڑی استانی جی سے میں نے کل سنا ہے وہ کہتی تھیں کہ ہندستان میں
اب تک فن کشیدہ کاری پر جتنی کتابیں چھپی ہیں ان میں سب سے آسان، خوب صورت و ہر دلعزیز اور مقبول عام **فینسی کشیدہ کاری** ہے۔ کیوں کہ کتاب کے ساتھ پھول بوٹے اور ڈیزائن اتارنے کا مکمل سامان موجود ہے۔ اس کو چھے حصوں میں ترتیب دیا گیا ہے۔
حصہ اول میں مختلف ڈیزائنوں کے ۲، نمونے
حصہ دوم میں مختلف چیزوں کے ۴۷ ڈیزائن
حصہ سوم میں مختلف چیزوں کے ۳۶ ڈیزائن
حصہ چہارم میں مختلف چیزوں کے ۵۱ ڈیزائن
حصہ پنجم میں کروشیا کا کام ۲۱ ڈیزائن
حصہ ششم میں کٹ ورک یعنی کٹاؤ کا کام
قیمت فی جلد تین روپے، علاوہ محصول ڈاک
مشہور بک ایجنسی، کوچہ تاراچند، دہلی

کیا سائنس موت پر فتح حاصل کر سکے گا

یورپ میں جو پہلا آدمی موت سے زندگی کی حالت میں دوبارہ واپس لایا گیا ہے اس کا نام ویلن تائن چیراپانوف تھا۔ روسی سرخ فوج کا یہ نوجوان سپاہی ۳ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء کو مر گیا۔ میدان جنگ میں ایک گولے سے اس کی کمر اور کولھا بالکل چور چور ہو گیا تھا۔ وہ اس شدید صدمہ اور کثیر مقدار میں اخراج خون کے باعث چل بسا۔ فوجی ڈاکٹروں کی ایک جماعت نے اس کا پورا طبی معائنہ کیا اور سائنس کو جتنے ذرائع معلوم ہیں ان کو کام میں لاکر اس کی جانچ پڑتال کی۔ پھر ماہر ڈاکٹر نے اس امر کی تصدیق کر دی کہ چیراپونوف مر چکا ہے۔

لیکن بعد میں ایک دوسرے ڈاکٹر کے حیرت انگیز عمل نے اسے پھر زندہ کر دیا۔ اس کے زخم بھی رفتہ رفتہ اچھے ہو گئے اور اب وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے۔ یہ معجز نما کارنامہ روسی ماہر سائنس ڈاکٹر ولاڈمیر نگوسکی کا تھا۔ وہ ماسکو انسٹی ٹیوٹ آف ایکسپریمنٹل میڈیسن (طبی تجرباتی ادارہ) کے ایک بڑے رکن ہیں۔

اس سے پہلے سنہ ۱۹۴۳ء میں امریکا کے مشہور رسالہ "لائف" میں مردہ کتوں کے زندہ کرنے کے متعلق اسی ڈاکٹر کے مفصل کارنامے شائع ہوئے تھے، جو ساری دنیا اور بالخصوص طبی حلقوں کی دلچسپی کا باعث ہوئے تھے۔ مزید برآں ان مردہ کتوں کو زندہ کرنے میں جو ذرائع اختیار کیے گئے تھے ان کا ایک فلم بھی امریکا میں لا کر دکھایا گیا تھا، اور رسالہ "امریکن ریویو آف سوویٹ میڈیسن" میں ڈاکٹر نگوسکی کی کوششوں کے نتیجے بالتفصیل شائع کیے گئے تھے۔

(ہمدرد صحت میں یہ سب کچھ شائع ہو چکا ہے)

ان تجربات و تحقیقات نے اس طبی نظریہ میں جو موت "مستقل" ہونے کے متعلق اب تک کارفرما تھا۔ ایک نئی تبدیلی پیدا کر دی۔ ڈاکٹر نگوسکی نے موت کے وقوع کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس کی پہلی منزل وہ عملی جدوجہد ہے جسے ہم "حالتِ نزع" کہتے ہیں۔ دوسری صورت طبی یا کلینیکی موت ہے جس میں کامل بے حسی اور مجہولیت واقع ہو جاتی ہے اور تیسری و آخری منزل "حیاتیاتی" موت ہے، جس سے پھر زندگی کی طرف لوٹنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

ڈاکٹر نگوسکی کا دعوےٰ ہے کہ "طبی موت" کی منزل میں یہ ممکن ہے کہ تمام حیاتیاتی وظائف اعضا کو از سرِ نو بیدار و زندہ کر دیا جائے۔ ڈاکٹر موصوف کہتے ہیں "ایسا واقعہ بہت شاذ و نادر ہوتا ہے کہ موت یکایک زندگی کو ختم کر دے۔ حقیقت میں مرنا ایک تدریجی عمل ہے اور زندگی و موت کے درمیان بہت سی بیچ کی منزلیں ہیں۔"

خود اپنے عملی تجربات میں ڈاکٹر نگوسکی نے مختلف نسل کے کتوں کو استعمال کیا ہے جن کا وزن ۳۰ پونڈ سے ۵۵ پونڈ تک تھا۔ ایتھر کے زیر اثر ان کتوں کے جسم کا پورا خون نکال لیا گیا اور وہ مر گئے۔ جب ان کی کلینیکی موت واقع ہو چکی تو اس کے بعد پانچ اور آٹھ منٹ کے اندر ان کو دوبارہ زندہ کرنے کا عمل شروع کیا گیا، جو مشتمل تھا دباؤ کے ذریعہ تازہ خون کا انجیکشن دینے اور مصنوعی تنفس کو جاری کرنے پر۔

اس ذریعہ سے نہ صرف یہ کہ ان مردہ کتوں میں از سر نو جان ڈال دی گئی بلکہ یہ کتے تن درست و توانا بھی ہو گئے اور ان کے بچے بھی پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر نگوسکی اپنے عمل کے متعلق کہتے ہیں، "یہاں یعنے روس میں اور روس سے باہر ایک مرے ہوئے نامی جسم کو زندہ کرنے میں سب سے زیادہ اہمیت نقل خون اور مصنوعی تنفس کو دی جاتی ہے۔ مگر اس حقیقت کی طرف ناکافی توجہ دی گئی ہے کہ دورانِ خون اور تنفس کا عمل بہ یک وقت اور ساتھ ہونا چاہیے۔ یہ بنیادی حیاتیاتی وظائف اتنا قریبی باہمی تعلق رکھتے ہیں کہ اگر ان کے شروع ہونے میں وقت کا کچھ بھی فاصلہ ہو جائے یا ایک عمل کے بغیر دوسرے عمل کو جاری کرنے کی کوشش کی جائے تو اس سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

اس مقصد کے لیے ڈاکٹر نگوسکی اور ان کے ساتھیوں نے دو مخصوص قسم کے پیچیدہ آلات تیار کیے ہیں۔ ایک آلہ

خون کو پمپ کرنے میں قلب کا پورا کام کرتا ہے اور دوسرا آلہ پھیپھڑے کا باقاعدہ عمل اختیار کرلیتا ہے۔ یہ مصنوعی قلب اور مصنوعی پھیپھڑے مردہ جسم کی شریانوں اور نرخرے سے لگادیے جاتے ہیں اور یہ مصنوعی اعضا بجلی کے ذریعہ جوں ہی اپنا کام شروع کرتے ہیں مردہ جسم میں گرم خون اور تازہ ہوا پہنچنے لگتی ہے۔

دورانِ جنگ میں نئی کامیابیاں

پہلے پہل یہ تجربہ صرف جانوروں پر کیا گیا اور اس میں یہاں تک کامیابی حاصل ہوئی کہ ایک گھنٹے سے مرے ہوئے کتے کو زندہ کردیا گیا۔ لیکن دوسری عالمگیر جنگ کے چھڑنے پر تجربات کا ایک نیا دروازہ کھل گیا اور ریسرچ نے ایک نئی راہ اختیار کی۔ زیرِ استعمال آلہ کو آسان اور قابلِ نقل و حمل بنایا گیا اور ڈاکٹر نگوسکی کے ہمراہ تجربہ کار طلبا ان مصنوعی اعضا کو لے کر محاذِ جنگ سے قریب پہنچ گئے تاکہ پوری احتیاط کے ساتھ انسانوں پر بھی ان کے اثر کو آزمایا جائے۔

یہاں روسی محاذِ جنگ کے ایک سپاہی کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا نام نکولائی تھا۔ اس کو شدید زخم خوردہ حالت میں بیمار ڈولی پر لاد کر ڈاکٹر نگوسکی کی "معالجاتی جھونپڑی" میں لایا گیا۔ اس کا ایک پیر زخموں سے چور چور تھا اور کثیر مقدار میں خون خارج ہوچکا تھا۔ جب نکولائی داخل کیا گیا وہ بالکل قریب المرگ تھا، اس کی نبض ساقط ہوچکی تھی اور معتدل عملِ تنفس کا بھی خاتمہ ہوچکا تھا۔ ایسے شدید صدمہ کا علاج کرنے کے تمام ذرائع استعمال کیے گئے۔ مگر کوئی بھی کامیاب نہ ہوا۔ ایک ماہر ڈاکٹر نے اس امر کی تصدیق کی کہ نکولائی مررہا ہے۔ اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے اور ایسی حالت میں اس کے زخمی پیر پر کوئی عمل جراحی بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اب ڈاکٹر نگوسکی اور ان کے ساتھیوں نے یہ کیس اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ان کے پاس گرم و تازہ خون تیار تھا اور اس خون میں انھوں نے آکسیجن اور گلوکوز کی مقدار بڑھادی تھی۔ اس میں وہ طاقت در جز بھی شامل کردیا تھا جسے "ایڈرینالین" کہتے ہیں۔ مرتے ہوئے مریض کے جسم میں یہ خون بذریعہ انجکشن داخل کیا گیا۔ لیکن اس طرح نہیں کہ اسے خون کی دھاروں میں شامل کردیا جائے۔ بلکہ ایک مخصوص شریان کے ذریعہ براہِ راست خود قلب کے اندر پہنچا دیا گیا۔ اس خون کو اس طرح پمپ کیا گیا کہ قلب کے بعض "صمام" کواڑیاں بند ہوجائیں اور تازہ خون قلب میں داخل ہوجائے۔

فوراً ہی مرتا ہوا قلب زندہ ہوگیا۔ اس نے اپنی حرکت شروع کردی۔ اس کے بعد عام نقلِ خون کا عمل کیا گیا اور چند منٹ میں نکولائی کو ہوش آگیا۔ اب سرجنوں نے اس کا چارج لے لیا اور دو روز بعد وہ اس لائق ہوگیا کہ عمل جراحی کے ذریعہ اس کا زخمی پیر کاٹ دیا گیا۔ کچھ دنوں میں وہ بالکل اچھا ہوگیا۔ اگرچہ صحیح معنوں میں اس عمل کو اعادۂ حیات یعنے مردے کو زندہ کرنا نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن جو شخص حالتِ نزع میں تھا اور جس کی نبض ساقط اور حرکتِ قلب بند ہوچکی تھی اس کو پھر زندگی کی طرف واپس لانا بھی یقیناً جدید سائنس کا ایک حیرت انگیز کرشمہ تھا۔

اسی طرح دوسرے زخمیوں پر بھی جو حالتِ نزع میں اور آخری سنبھالے لے رہے تھے، اس عمل کا تجربہ کیا گیا۔ ۲۳ آدمی پھر زندہ ہوگئے۔ مگر کچھ دنوں کے بعد اپنے زخموں کے باعث مرگئے۔ ۱۲ آدمی مکمل حیاتیاتی منزل تک واپس لائے جاسکے۔ لیکن اسی طرح کے دوسرے بارہ زخمی مکمل تندرست و توانا ہوگئے۔ صرف دو مریضوں پر اعادۂ حیات کا عمل قطعاً ناکامیاب ثابت ہوا۔

ان تجربات کے بعد جو قریب المرگ زخمیوں پر کیے گئے تھے ایک دوسرے زخمی سپاہی مسمی آلوان کے کو جو قطعی طور پر مرچکا تھا، ازسرِ نو زندہ کردیا گیا، اور وہ ساڑھے تین گھنٹے تک ہوش و حواس میں رہنے کے بعد پھر جاں بحق ہوگیا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ میں کہاں ہوں؟ بعد کو وہ اپنے زخموں کی شدت برداشت نہ کرسکا اور موت نے دوسری اور آخری مرتبہ اس کا خاتمہ کردیا۔

انسانی اعضا میں "تام موت" کے بعد بھی زندگی کے جو آثار جتنی مدت تک پائے جاتے ہیں ان کے متعلق مندرجہ ذیل حقیقتیں جدید ماہرینِ سائنس نے تسلیم کرلی ہیں:

(۱) موت کے ساتھ ساتھ دماغ فوراً ہی مرجاتا ہے۔
(۲) آنکھیں کم سے کم مزید ۳۰ منٹ تک زندہ رہتی ہیں۔
(۳) بعض عضلات اور پٹھے دس گھنٹوں تک زندہ رہتے ہیں۔
(۴) خون کے خلایا۔ اٹھارہ گھنٹوں تک۔
(۵) ہڈیاں۔ تین روز تک۔
(۶) بال اور ناخن۔ پورے ایک ہفتہ تک۔

انھی حقیقتوں کے پیش نظر یہ اہم طبی سوال پیدا ہوتا ہے کہ "موت" کے معنی کیا ہیں؟ اور اوپر کا نظریہ کہ یعنی یہ کہ دماغ بھی ساتھ ساتھ مرجاتا ہے کیوں کر صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ طبی سائنس کہتا ہے کہ موت کے وقت کیمیاوی تبدیلیوں اور دماغی نتیجوں کے فاسدانہ لذوب درخاوث کے باعث دماغ اس طرح تباہ ہوجاتا ہے کہ "عمل تخیل" کو از سر نو زندہ و بیدار نہیں جاسکتا! لیکن اب اعادہ حیات کے جو طریقے ایجاد کیے جارہے ہیں ان کے کامیاب یا جزوی طور پر کامیاب نتیجوں کو دیکھ کر ہم دماغی عمل کے احیا کے لیے کوئی وقتی حد کیوں کر معین کرسکتے ہیں؟۔

آج ہم یہ معلوم کرچکے ہیں کہ موت کی بھی چند "قسمیں" ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر "قسم" کی موت میں دماغ بھی آناً فاناً مرجائے۔ موت کی اکثر قسمیں ایسی ہیں جن میں دماغ فوراً ہی نہیں مرا کرتا۔ ایل یونی ورسٹی (امریکا) کے ماہر اطبا ڈاکٹر ردبن، ڈاکٹر ہوف، ڈاکٹر ونکر اور ڈاکٹر اسمتھ نے اب یہ ثابت کردکھایا ہے کہ جس حالت کو ہم پہلے "کامل موت" کہتے تھے اس کے بعد بھی دماغی عمل کافی وقت تک جاری رہتا ہے۔ اب یہ تصور کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ جس طرح ڈاکٹر مردہ قلب اور پھیپھڑوں کو از سر نو بیدار کرکے حرکت میں لاتے ہیں، اسی مردہ دماغ کو اگر بیدار و متحرک بنایا جاسکے تو کیسے حیرت انگیز واقعات ظہور میں آئیں گے۔

اس وقت جو چیز ہمارے سامنے ہو وہ یہ ہے کہ حیات اور موت کے درمیان ایک نمایاں سرحد کا جو نشان اب تک قائم تھا اسے طبی سائنس نے مٹادیا یا کم از کم بہت دھندلا اور غیر متعین کردیا اور موت پر فتح پانے کے عملی امکانات کو بہت واضح اور دل چسپ بنادیا ہے۔

مثال کے طور پر میمی کین کے ڈاکٹر کول، ڈاکٹر کردک، اور ڈاکٹر ایوب کے جدید کارنامے ہسپتالوں میں مریضوں کی جان بچانے کے لیے بہت امید افزا ہیں۔ باضابطہ اور کامل طور پر صحیح تجربات سے انھوں نے ثابت کردیا ہے کہ معمولی اپریشنوں میں بھی مریض کے جسم سے اس قدر خون خارج ہو جاتا ہے جس کا صحیح اندازہ اپریشن کے وقت موجود رہنے والے ڈاکٹروں کو نہیں ہوتا۔ اس سے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اپریشن کے ہر کیس میں خواہ اخراج خون کی مقدار کم ہی ہو، اگر مریض کے جسم میں ادخالِ خون کا عمل کیا جائے اور باہر سے کچھ خون پہنچا دیا جائے تو صدمہ کے باعث موت واقع ہونے کا امکان بہت کم ہوجاتا ہے، اور مریض جلد ہی شفایاب بھی ہوجاتا ہے۔ اس لیے ان محققوں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ موت کے خلاف بیمہ کے طور پر ہر اپریشن سے پہلے مریض کے جسم میں باہر سے خون داخل کردیا جائے۔

امراض کے متعلق نئی حقیقتیں

پچھلے دنوں حیاتیاتی کیمیا کے ماہروں نے ہمارے خون کی دھاروں کے متعلق دوسری اہم حقیقتیں بھی ثابت کی ہیں سوال یہ ہے کہ نمونیا (ذات الصدر) یا ڈفتھیریا (خناق) جیسے امراض سے لوگ حقیقت میں کس طرح یا کیوں مرتے ہیں؟ اب تک کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ بیماریوں کے جراثیم اعضا پر تباہی کا عمل اس طرح کرتے ہیں جیسے دیمکوں کی فوج لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

لیکن سلفائی ادویہ کے مشہور امریکی ماہر ڈاکٹر ایم ایل کروسلی نے اس امر کو پایۂ تحقیق تک پہنچا دیا ہے کہ امراض کے جراثیم ہمیں براہِ راست بیمار نہیں ڈالتے، بلکہ جو کیمیائی تبدیلیاں وہ ہمارے خون اور متعلقہ سیال اجزا میں پیدا کرتے ہیں وہ ہمیں بیمار ڈالتی ہیں، مثلاً نمونیا میں ایک منزل ایسی آتی ہے، جب مریض کے خون میں "گلوکوزامین" کی مقدار نمایاں طور پر بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے اطبا کے دل میں یہ مناسب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہی وہ کیمیاوی مادہ ہے جو نمونیا کی شدید علامات یعنی بخار، درد و کرب اور بے چینی وغیرہ پیدا کرتا ہے؟ ایک دوسری منزل میں حیاتین "الف" کی بڑی بڑی مقداریں پیشاب میں شامل ہوجاتی ہیں اور جگر کا خزانہ اس ضروری اور زندگی بخش مادے سے خالی ہونے لگتا ہے۔ گردن توڑ بخار کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کے سیال مادے میں نمک کی مقدار گھٹ جاتی ہے، اور معمولی دق وسل جب ترقی کرنے لگتا ہے تو خون میں پروٹینوں کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔

بظاہر یہ حقیقتیں کچھ بے معنی سی معلوم ہوتی ہیں لیکن کروسلی اور حیاتیاتی کیمیا کے دوسرے ماہرین ان حقیقتوں میں اس امر کی اہم شہادتیں پاتے ہیں کہ ہر قسم کا بخار اور متلی اور درد اور ورم وغیرہ جسے ہم "مرض" کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور جو انتہائی حالت کو پہنچ کر موت کا باعث ہوتا ہے

درحقیقت جسم میں نمایاں کیمیائی تبدیلیوں سے پیدا ہوسکتا ہے اب تک سائنس نے ان تبدیلیوں میں سے ....
...... اہم ترین تبدیلیوں تک کا پتہ صاف طور پر نہیں لگایا ہے اور نہ ان کا کوئی تعین کیا ہے جب یہ تمام چیزیں پایۂ تحقیق کو پہنچ جائیں گی تو موت پر فتح حاصل کرنے کے مزید ذرائع ہمارے ہاتھ آجائیں گے۔

سب سے پہلے یہ ممکن ہوگا کہ ہم ان کیمیائی تبدیلیوں کے اثر کو زائل کردیں جو ہمیں بیمار بناتی ہیں۔ اس صورت میں جسم قدرتی طور پر جراثیم کے خلاف جنگ کرتا رہے گا اور امراض کی علامتیں بھی دور ہوجائیں گی۔ اب بھی اگر جسم کے کسی جوڑ میں شدید موچ آجاتی ہے تو سیدھے سادے انجکشنوں کے ذریعہ روح فرسا درد وکرب کو دور کردیا جاتا ہے مگر ظاہر ہے کہ نقص موجود رہتا ہے اور اس کو دور کرنا جسم ہی کے قدرتی وظائف کا کام ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ سائنس داں اب ان جسمانی کیمیائی اجزا کے بہت قریب پہنچ گئے ہیں۔ جو بعض آدمیوں میں مدافعت مرض کی طاقت پیدا کردیتے ہیں باوجود اس کے کہ ان کے خون میں یا پھیپھڑوں میں جراثیم کا لشکر بھرا ہوا ہوتا ہے۔ وسکانسن یونی ورسٹی کے مشہور ماہر سائنس ڈاکٹر سی۔ اے الویجم نے پچھلے دنوں یہ پیشین گوئی کی ہے کہ طبی معلومات کا ایک نیا دور آرہا ہے جس میں تمام قسموں کے امراض کے علاج یا روک تھام میں نئے نئے حیاتین جو اب تک معلوم نہیں ہوئے ہیں استعمال کیے جائیں گے بالکل اسی طرح جیسے کہ آج حیاتین "د" سوکھے کے مرض کو اور حیاتین "ب" لمبار دی مرض کو اور حیاتین "ج" اسقربوط کی بیماری کو حیرت انگیز طور پر اچھا کردیتا ہے۔ اسی طرح دوسرے حیاتینی عناصر بھی دوسرے امراض میں صحت بخش ثابت ہوں گے۔

پہلے یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ اموات کی وہ قسمیں جو بعض اعضا کی اور زندگی میں اہمیت رکھنے والے اجسام کی تباہی سے واقع ہوتی ہیں کبھی سائنس سے متاثر نہیں ہوسکیں لیکن یہ نظریہ بھی مشکوک سمجھا جانے لگا ہے

قلب کو بدل دینے کا عمل

گزشتہ مئی میں روس کے مشہور "گورکی میڈیکل انسٹی ٹیوٹ" کے رکن ڈاکٹر این۔ پی سنٹ سین نے اعلان کیا تھا کہ انھوں نے ایک مینڈک کا قلب دوسرے مینڈک میں منتقل کرنے میں پوری کامیابی حاصل کی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ دو مینڈکوں کے قلب کا باہمی تبادلہ بہت آسانی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے اور دونوں کو زندہ وتن درست رکھا جاسکتا ہے۔ اس عمل جراحی کے لیے انھوں نے ایک انتہائی سادہ وآسان طریقہ ایجاد کیا ہے، جو صرف ۵ سکنڈ (دقیقہ) میں انجام دیا جاتا ہے۔ اس وقت بھی ان کی لیبوریٹری یعنی تجربہ گاہ میں بہت سے زندہ اور تن درست مینڈک موجود ہیں جن کے قلب نصف سال پہلے ایک دوسرے سے بدلے جاچکے ہیں۔ اب وہ کتوں میں قلب کے عمل تقلیم میں مصروف ہیں اور یہ عمل بھی کامیاب ہوچکا ہے۔ جب اس اپریشن کا اصول وطریقہ مکمل ہوجائے گا تو اسے انسانوں پر آزمایا جائے گا۔

بالکل اسی طرح جیسے کہ فیلاٹوف کا مشہور اپریشن چند قسم کی اندھی اور نابینا آنکھوں کو نکال کر ان کی جگہ مردوں کی آنکھیں لگادیتا ہے اور مریض کو بینائی مل جاتی ہے۔ اب جلد ہی یہ بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ جراحی عمل نقل وتقلیم کے ذریعہ کسی مریض قلب یا دوسرے حیاتیاتی اعضا کو بدل دیا جائے۔ یہاں یہ سوال کہ بیمار قلب سے تبادلہ کے لیے زندہ وتن درست قلب کون دے گا اور کہاں سے آئے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ حادثات سے یا میدانِ جنگ میں، یا دوسرے فوری اسباب سے مرے ہوئے آدمیوں کے قلب نکال کر محفوظ کرلیے جائیں گے تاکہ آئندہ کام میں لائے جاسکیں! اس وقت بھی روسی سوویٹ یونین میں ان بہت سے لوگوں کی آنکھیں اور جلد کے اچھے ٹکڑوں اور اعصاب کے "بنک" اور ذخیرے موجود ہیں جو گزشتہ لڑائی میں ہلاک ہوئے تھے اور جس طرح خون کے بنک رکھے جاتے ہیں، یہ بھی اس لیے رکھ چھوڑے گئے ہیں کہ دوسرے آدمیوں کو موت سے بچائے یا ان کی بیماری کو اچھا کرنے کے کام میں لائے جائیں۔

مرکزی "نیورو سرجیکل انسٹی ٹیوٹ" یعنی عصبی عمل جراحی کے ادارے میں ڈاکٹر آرنولڈشا بادش نے ایسی حالتوں میں جب کہ اصلی زخم یا صدمہ کو بہت دن گزر چکے ہوں یا فالج مکمل ہوچکا ہو، بازو اور پیر گئے بڑے

اعصاب بدل دینے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ایک قطعی نئے عمل جراحی میں مادہ ایک منتقل شدہ عصب کو ایک ایسی حیاتیاتی کیمیائی "پوٹ" کے ذریعہ تربیت اور نشوونما دیتے ہیں جو عمل تقلیم کو شروع کرکے تیزی سے مکمل کردیتی ہے۔ اس عمل کے ساتھ ساتھ مریض کو حیاتین "ب" دے کر انھوں نے ایسے مفلوج بازوؤں اور پیروں کو ازسرنو متحرک اور زندہ کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے جو ایک سال یا اس سے زیادہ مدت سے بیکار تھے۔

لاس اینجلس کے میڈیکل کالج کے چند ماہر اطبا ڈاکٹر میک فارلینڈ، ڈاکٹر بیلگ، ڈاکٹر ٹیلر اور ڈاکٹر ڈیل نے ایک اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز اپریشن کی رپورٹ پیش کی ہے۔ یہ محققین کچھ دنوں سے بچوں کے فالج کے علاج میں مصروف تھے انھوں نے عمل جراحی کا ایک ایسا جدید طریقہ ایجاد کیا ہے جسے علمی اصطلاح میں "نیورو ٹرپسی" کہتے ہیں۔ اس کے معنی ہیں "اعصاب کو کچل ڈالنا یا چور چور کردینا"۔ یہ ماہرین مریض کے بے جان اور سوکھے ہوئے اعصاب کو قصداً کچل دیتے ہیں تاکہ وہ نئے عصبی ریشے پیدا کرنے لگیں۔ اسی طرح اعصاب کی نئی شاخیں پھیلنے لگتی ہیں اور ان میں زندگی و حرکت واپس آجاتی ہے۔

اس طرح گویا سائنس کی تجربہ گاہوں میں موت پر فتح حاصل کرنے کے لیے عملی قدم بڑھائے جارہے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ اس مفید انسانی خدمت میں جو چند آدمی مصروف ہیں وہ تجارتی لوگوں سے نسبتاً غریب ہیں اور مالی امداد کی کمی ان کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ بہت دن گزرے مشہور محقق، لوئی پاسچر نے سائنٹی فک تجربہ گاہوں کے متعلق صحیح کہا تھا کہ "میں یہ استدعا کرتا ہوں کہ آپ لوگ ان مقدس علمی مسکنوں میں پوری دلچسپی لیں اور مطالبہ کریں کہ ان کی تعداد بڑھائی جائے اور ان کو ترقی دی جائے۔ یہی وہ مقامات ہیں جہاں انسانیت بہتر اور زیادہ طاقت ور اور زیادہ عظیم بنتی ہے"۔

اعادۂ حیات کے متعلق اب تک جو اعداد و شمار ہاتھ آئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ بظاہر مردہ آدمیوں کو زندہ کرنے کی ۲۸۴ کوششیں کی گئیں۔ ان میں ۱۵۱ کامیاب ہوئیں یعنی ۵۲ فی صدی آدمی زندہ کیے جاسکے۔ باقی ۷۲ آدمیوں کو زندہ کرنے میں صرف عارضی اور جزوی کامیابی ہوئی۔ اور ۶۱ آدمیوں یعنی ۲۱ فی صدی کو زندہ کرنے میں قطعی ناکامی ہو۔ مزید برآں گزشتہ جنگ میں مہلک طور پر زخم خوردہ اور قریب المرگ ۱۵ سپاہیوں میں سے ۱۲ سپاہیوں کو ازسرنو منزل حیات کی طرف واپس لایا گیا۔

نزلی

نزلہ زکام کے متعلق جدید تحقیق یہ ہے کہ یہ خاص قسم کے جراثیم کا نتیجہ ہیں۔ یہ جراثیم مختلف ذریعوں سے ناک کی اندرونی جھلی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اس جھلی میں ورم پیدا کردیتے ہیں۔ یہ ورم بڑھ کر اندرون دماغ تک پہنچ جاتا ہے اور رطوبت بہنے لگتی ہے۔ گلے اور کانوں پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نزلہ اور زکام کا صحیح علاج یہ ہے کہ مختلف تدابیر اور دوا کے ذریعہ سے ان جراثیم کو ہلاک کردیا جائے تاکہ ورم دور ہوجائے۔

نزلی

ہمدرد دواخانہ کی خاص ایجاد ہے جو جدید ترین معلومات کی روشنی میں تیار کی گئی ہے۔ اس دوا کی چند خوراکیں نہ صرف جراثیم کو فنا کرڈالتی ہیں بلکہ دماغ اور کان اور گلے پر جو برے اثرات نزلے کے ہیں انھیں بھی نہایت کامیابی سے دور کردیتی ہے۔

ہر گھر میں اس بے نظیر ایجاد کا رہنا ضروری ہے۔

قیمت فی شیشی (۱۰ خوراکیں) عہ

ہمدرد دواخانہ، دہلی

تار کا پتہ: ہمدرد، دہلی   ٹیلیفون نمبر ۵۷۷

جگر معدہ اور آنتوں کی ورزشیں

نمبر۱

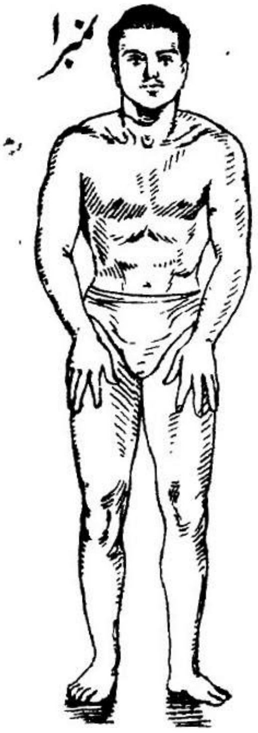

ورزش نمبر۱ :- بالکل سیدھے کھڑے ہو جایئے، س طرح کہ آپ کے ہاتھ دونوں رانوں پر سامنے کی جانب ہوں۔ اس کے بعد اپنے پیٹ کو جتنا اندر کی طرف کیا جاسکتا ہے کیجیے، جیسا شکل ۱ میں دکھایا گیا ہے۔ تھوڑی دیر پیٹ کو اسی طرح اندر کی طرف رہنے دیجیے پھر باہر کی طرف آہستہ سے چھوڑ دیجیے۔ اس ورزش کو بار بار اتنی مرتبہ کیجیے کہ آپ کے پیٹ کے عضلات میں اس طریق سے اچھی خاصی تحریک محسوس ہونے لگے۔

نمبر۲

ورزش نمبر۲ بالکل چت لیٹ جایئے اس طرح کہ دونوں ہاتھ ذرا باہر کی طرف پہلوؤں کے متوازی رہیں۔ اور ہتھیلیاں فرش کی جانب۔ اس کے بعد اپنی ٹانگوں کو اوپر کی طرف اٹھاؤ اس طرح کہ گھٹنوں میں خم نہ آنے پائے۔ ٹانگوں کے ساتھ جسم بھی ہاتھوں کی مدد سے اٹھا رہنا چاہیے۔ جیسا کہ شکل ۲ سے ظاہر ہے۔ پھر اپنے ایک گھٹنے کو جھکایئے اور کوشش کیجیے کہ وہ سینہ کو چھونے لگے۔ اسی طرح دوسرے گھٹنے سے کیجیے باری باری دونوں گھٹنوں سے اتنی بار یہ ورزش کیجیے کہ آپ تھک جائیں۔

ورزش نمبر۳ :- بالکل سیدھے کھڑے ہو جایئے اس طرح کہ آپکے پاؤں کے درمیان ۱۶ انچ کا فاصلہ

ہو۔اور آپ کے ہاتھ کولہوں پر ہوں ۔
اس کے بعد آہستہ آہستہ نیچے بیٹھیے۔لیکن
اس کے ساتھ ہی آپ کے ہاتھ بھی
کولہوں پر سے سامنے کی طرف کھل جائیں
تاکہ جسم کا توازن قائم رہ سکے ۔ ملاحظہ ہو شکل
شکل ۳ ۔ اس ورزش کو بھی آپ اتنی بار
کریں کہ تھک جائیں ۔

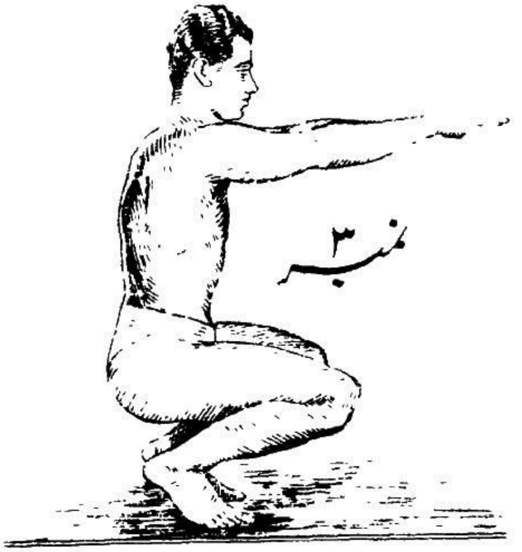

نمبر ۳

ورزش نمبر ۴

بالکل چت لیٹ جائیے اس طرح کہ
دونوں ہاتھ پہلوؤں کے برابر رہیں۔اور
ہتھیلیوں کا رُخ فرش کی جانب ۔ اس
کے بعد گھٹنوں کو ذرا تیزی کے ساتھ اٹھائیے
یہاں تک کہ وہ سینے سے چھونے لگیں
جیساکہ شکل ۴ میں دکھایا گیا ہے ۔
پھر ٹانگوں کو ایک مرتبہ ہی اوپر کی طرف
لے جائیے ۔اس طرح کہ وہ ۹۰ درجے
کا زاویہ قائمہ بنالیں ۔اس کے بعد
آہستہ آہستہ نیچے لے آئیے یہاں
تک کہ ٹانگیں فرش تک پہنچ جائیں۔
اس ورزش کو دس بار کرنا بالکل
کافی ہے ۔

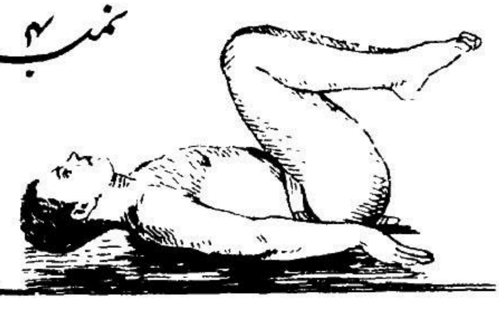

نمبر ۴

ورزش نمبر ۵

بالکل چت لیٹ جائیں اور اپنی ٹانگوں کو اٹھاکر بہ شکل محراب اپنے پورے جسم پر سے گزار کر
سر کے پیچھے لے جائیے ۔اور جہاں تک سر سے دور آپ فرش پر پنجوں کو ٹکا سکتے ہوں ٹکا دیجیے۔اس
کوشش میں آپ کا دھڑ بھی زمین
سے اُٹھ جانے لگا ۔ اسے دونوں
ہاتھوں کے سہارے سے روکے
رکھیے ۔جیساکہ شکل نمبر ۵ میں
دکھایا گیا ہے ۔جب ذرا عادت
ہو جائے تو پھر ہاتھوں کے سہارے
کی بھی ضرورت نہیں ۔ اس صورت میں
ہاتھ پہلوؤں کے برابر فرش پر رکھے

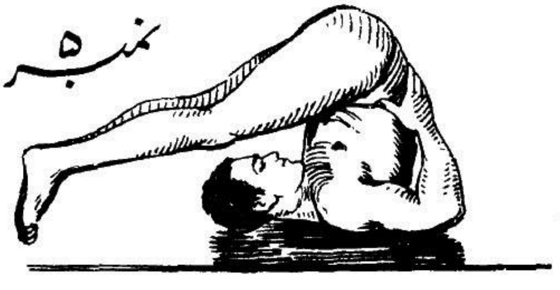

نمبر ۵

رہیں۔ شروع میں دو مرتبہ سے زائد اس ورزش کو نہ کیا جائے۔ اور زیادہ سے زیادہ دس مرتبہ کیا جائے۔ اس سے زیادہ نہیں۔

نمبر ۶

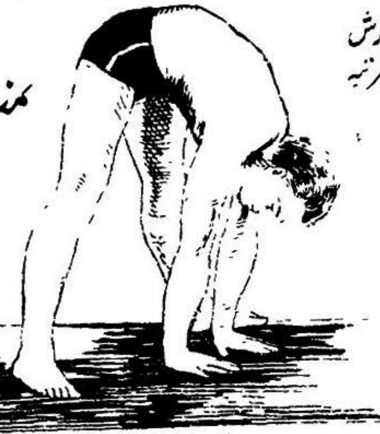

ورزش نمبر ۶

بالکل سیدھے کھڑے ہو جائیے اس طرح کہ آپ کے پاؤں کے درمیان ۲ فٹ کا فاصلہ ہو اور ہاتھ کولھوں پر ہوں۔ اس کے بعد اپنے دونوں بازوؤں کو سر کے اوپر پیچھے کی طرف جہاں تک لے جائے جا سکیں لے جائیے۔ پھر سامنے کی طرف لائیے اور اپنے پاؤں کے سامنے زمین پر ٹکا دیجیے۔ یہ خیال رہے کہ گھٹنوں میں خم نہ آنے پائے۔ ۲۵ بار سے زیادہ یہ ورزش نہیں کرنی چاہیے۔

نوٹ:۔ جب یہ ورزشیں ختم کر لی جائیں تو کوئی تین منٹ تک فرش پر اس طرح بے حس و حرکت پڑ جائیے کہ آپ کے جسم میں جان ہی نہیں ہے تمام جسم کے عضلات کو ڈھیلا چھوڑ دیجیے اور آنکھیں بند کر لیجیے۔ ایسا کرنے سے جسم کی تمام تھکن اتر جائے گی۔ اور تمام اعضائے رئیسہ ایک قسم کا صحت آفریں سکون حاصل کریں گے۔ روزانہ ورزش کے بعد ۳ منٹ تک اس نوعیت کے آرام کو ضروری سمجھنا چاہیے۔

آئندہ اشاعت کے چند متوقع مضامین:۔

۱۔ شادی کرو اور بہت دن جیو	ڈاکٹر بیلرٹ
۲۔ جراثیم کی خانگی زندگیاں	ادارہ
۳۔ خواب آور گولیاں	ڈاکٹر تھیوڈ ودجی
۴۔ ہماری طبیعت میں نشیب و فراز کیوں ہوتا ہے	ادارہ
۵۔ صحت کو تباہ کرنے والی چھوٹی چھوٹی عادتیں	ادارہ
۶۔ کونسی چیز عورتوں کو حسین بناتی ہے (عورتوں کا صفحہ)	ادارہ
۷۔ کل شام (افسانہ)	صدیقہ یوسف عظمی
۸۔ ورزش	موسیو اقبال حسین ایم۔ اے۔
۹۔ معلومات	ادارہ
۱۰۔ سوال و جواب	ایڈیٹر

سُوال وجواب

ات سے اولاد پیدا کرنا طبی نقطۂ نظر ؟
یح ہے یا غلط ؟

آج امریکا وغیرہ میں جو آلات کے ذریعہ اولاد پیدا
ش کی جارہی ہے اُسے آپ طبّی نقطۂ نظر سے صحیح
غلط ؟ ہوسکے تو اس پر طبی نقطۂ نظر سے ذرا مفصل
ہمارے ہاں کچھ ڈاکٹر اسے نہایت ہی اچھی نظر سے
ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ امریکا کا یہ اقدام انسانی
ظیم الشان انقلاب برپا کردے گا۔

سید بشیر علی، کلکتہ

۔ آپ کا سوال زیادہ واضح نہیں ہے۔ آپ نے فقط اتنا
امریکا میں جو آلات کے ذریعہ اولاد پیدا کرنے کی کوشش
ہے اس کے متعلق میں طبی نقطۂ نظر سے بحث کروں
کی ایک صورت تو یہ ہے کہ عورتوں نے اپنے آپ کو
صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ یعنی وہ چاہتی ہیں کہ گھوڑیوں
ِنج کے ذریعہ سے ان کے رحموں میں مادہ منویہ داخل
قرار حمل کیا جائے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ امتحانی
رم منویہ اور بیضۂ اناث کے مصنوعی اتصال سے انسانی
ر کیا جائے۔ پہلی صورت تو قابلِ عمل ہے اور اس صورت
ریکا میں کچھ عورتوں نے اپنے لیے پسند بھی کیا ہے۔ رہا
وں میں انسان پیدا کرنے کا معاملہ تو یہ اس وقت زیر
کچھ سائنس داں اس جہت میں باقاعدہ کام کر رہے

اس سوال کے جواب سے پہلے کہ آلات کے ذریعہ
ا کرنا طبی نقطۂ نظر سے کیسا ہے، یہ مسئلہ اپنی جگہ خود توجہ
کہ سرنج کے ذریعہ استقرار حمل کی خواہش امریکی عورتوں
کیوں ہوئی ؟ اب تک تو یہ ہو رہا تھا اور اب بھی عام
ہو رہا ہے کہ عورتیں حمل، وضع حمل اور بچوں کی پرورش
داریوں سے بچنے کے لیے منع حمل اور اسقاط حمل کی
پر عمل کرتی رہی ہیں۔ وہ صنفی فعل کی لذتوں سے تو پوری
اندوز ہونا چاہتی ہیں، لیکن اس کے نتیجہ میں جو طبعی طور
داریاں ان پر آکر پڑتی ہیں، ان سے بچنے کی کوششیں
کرتی ہیں۔ ان کی یہ خواہش تو ہماری سمجھ میں آتی ہے کہ یہ عین
انسانی طبیعت کے مطابق معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات سمجھ
میں نہیں آتی کہ ایک عورت صنفی فعل کی لذتوں سے تو خود بخود
دست کش ہو جائے اور حمل وضع حمل کی ذمہ داریوں کو اپنے
سر لے لے۔ میری سمجھ میں جو اس کی توجیہہ آتی ہے وہ یہ ہے
کہ ایک طرف امریکا میں فوحش اور زنا کے گھناؤنے منظر اور گندے
ماحول نے اور دوسری طرف تعیش و رومانی زندگی کی تلخیوں اور
مرد و عورت دونوں کی دلچسپیوں کے محور میں جلد جلد تبدیلی
ہونے کی وجہ سے عورتوں میں کشیدگی و رنجش کی بڑھتی ہوئی
رَدِّ مردوں کی طرف سے عورتوں کے ایک طبقہ کو بارد المزاج
بنا دیا ہے۔ ان میں صنفی فعل سے دلچسپی باقی نہیں رہی، لیکن
ان میں اتنی سیاسی بیداری ضرور موجود ہے کہ وہ سٹیٹ کے
مطالبات کے پورا کرنے کو اپنا فرض منصبی سمجھتی ہیں۔ اسٹیٹ کو
ملک کی آبادی بڑھانے کی جو فکر ہے اس کو وہ بھی حل کرنا چاہتی
ہیں۔ اس کے علاوہ بعض عورتیں صنفی تعلق سے نفرت کرنے کے
باوجود طبی مشورہ کے تحت اپنی صحت کو برقرار رکھنے کی خاطر بچے
جننا ضروری سمجھتی ہیں۔ اس وجہ سے وہ اس طریقۂ توالد کی طرف
رجوع کرتی ہیں۔ میرے نزدیک ان عورتوں کے اس طریقہ
توالد کو پسند کرنے کے یہ دو وجوہ ہیں جو میں نے بیان کیے ہیں۔
صورت یہ ہے کہ ایسی عورتوں کی ایک باقاعدہ جماعت بنتی جارہی
اور اُنھوں نے اس نقطۂ نظر کی تبلیغ و تحریک بھی شروع کردی ہے
اور ملکوں کا تو ذکر ہی کیا ہے خود امریکا میں بھی یہ تحریک
مقبول نہیں ہوئی۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی مغربی مفکرین
کی اکثریت اسے انسانیت کے لیے سخت مضر سمجھتی ہے۔
اس خاص موضوع پر ہو یا کسی دوسرے موضوع
پر یہ اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام نقطہ ہائے نظر انسانی
نقطۂ نظر کے تابع ہیں ——————
—————— یعنے اگر کوئی شے انسانیت کے نقطۂ نظر
سے غلط ہے اور انسان کو اس سے نقصان و مضرت پہنچے
گی تو دوسرے کسی نقطۂ نظر سے وہ شے صحیح نہیں ہوسکتی خواہ
وہ طبی ہو یا نفسیاتی یا کوئی اور !۔

ہندستان کے اسلامی مفکر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے آلات کے ذریعہ توالد و تناسل کے مسئلہ پر ترجمان القرآن میں بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ:-

"آج کی فیشن دار عورت جو مرد سے بے نیاز ہونا چاہتی ہے در اصل اس کی فطرت کو مصنوعی فکری و صنفی ماحول نے مسخ کر دیا ہے۔ ورنہ اگر وہ صحیح انسانی فطرت پر ہو تو اس قسم کی گری ہوئی خواہش کو دل میں جگہ دینا تو درکنار ایسی تجویز سننا بھی گوارا نہ کرے۔ عورت محض نسل کشی کے لیے نہیں ہے، بلکہ عورت اور مرد کا تعلق انسانی تمدن کی قدرتی بنیاد ہے۔ فطرت الٰہی نے عورت اور مرد کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ ان میں مودت ہو حسن معاشرت ہو، مل کر گھر بنائیں۔ گھر سے خاندان اور خاندان سے سوسائٹی نشوونما حاصل کرے۔ اس مقصد کو ضائع کر کے عورت کو محض نسل کشی کا آلہ بنا دینا اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کو بدل دینے کا مصداق ہے۔ . . . "

پھر غور تو کیجیے کہ جس بچے کا کوئی باپ نہ ہو اس کی تربیت کا ذمہ دار کون ہوگا؟ صرف ماں؟ کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ خدا نے انسان کے بچے کے لیے ماں اور باپ، چچا اور ماموں، دادا اور نانا کی صورت میں جو مربی پیدا کیے ہیں ان میں سے آدھے ساقط کر دیے جائیں اور وہ صرف سلسلہ مادری پر منحصر رہ جائے؟ کیا دنیا سے پدری محبت، پدرانہ ذمہ داریوں اور پدرانہ اخلاق کو فنا کر دینا انسانیت کی کوئی خدمت ہے؟ کیا یہ انصاف ہے کہ عورت پر ماں ہونے کی ذمہ داری تو قائم رہے مگر مرد ہمیشہ کے لیے اس ذمہ داری سے سبک دوش ہو جائے؟

امتحانی نلیوں میں بچوں کی پیدائش و پرورش بھی اسی غلط تصور کا شاخسانہ ہے۔ اس لیے اگر یہی سلسلہ چل پڑا تو ایک روز عورت یہ مطالبہ کرے گی کہ کوئی ترکیب ایسی ہونی چاہیے کہ اسے اپنے رحم میں بھی بچے کو نہ رکھنا پڑے اور وہ بچہ جننے کی سخت تکلیف سے بھی ہمیشہ کے لیے نجات پا جائے۔ چنانچہ ہماری جدید سائنس جو انسان کی "خدمت" کے لیے ہمیشہ کمربستہ رہتی ہے، اس نے بہت پہلے ہی سے عورت کی ان تکلیفوں کا احساس کر لیا۔ وہ بے چاری اسی وقت سے اس کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ کسی طرح انسانی بچے رحم مادر میں پرورش پانے کی بجائے امتحانی نلیوں میں پلنے لگیں۔ اگر کسی وقت وہ ان تجربات میں کامیاب ہو گئی اور امتحانی نلیوں میں نطفے قرار پانے لگے تو پھر انسانی بچے بھی اسی طرح کثیر پیداآوری کے اصول پر فیکٹریوں میں ڈھل ڈھل کر نکلیں گے، جس طرح اب جوتے اور موزے نکلتے ہیں۔ یہ انسانیت کے تنزل کا آخری مقام ہوگا۔ ان نسل کشی کے کارخانوں سے انسان نہیں بلکہ انسان نما جانور پیدا ہوں گے جن میں انسانی شرف کی خوبو برائے نام بھی نہ ہوگی اور سیرت میں وہ گوناگونیت ناپید ہوگی جو تمدن کی رنگارنگ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔ ان کارخانوں سے کسی ارسطو اور ابن سینا، کسی غزالی اور رازی کے پیدا ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ میرے خیال میں تو وہ مادہ پرستانہ تہذیب لعنت بھیجنے کے قابل ہے جس کے زیر سایہ ایسی تجویزیں انسان کے دماغ میں آتی ہیں۔ اس قسم کی تجویزوں کا انسانی دماغوں میں آنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس تہذیب نے انسان کے ذہن میں خود انسانیت کے تصور کو نہایت پست و ذلیل کر دیا ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی اس سے قبل کہا ہے کہ امریکا کی عام پبلک اس تصور کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتی۔ اسی وجہ سے وہ عورتیں جو اس طرح بچے جننے اور پیدا کرنے کی خواہش مند ہیں وہ اپنے اس خیال و فعل دونوں کو صیغۂ راز میں رکھنا چاہتی ہیں۔ لیکن بھلا یہ راز کہیں پڑوسیوں، دوستوں اور رشتہ داروں سے چھپا رہ سکتا ہے ع

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

ابھی حال کی بات ہے کہ ایک امریکن اخبار میں ایک طلاق کا واقعہ نظر سے گزرا۔ ایک فوجی شوہر نے جنگ سے واپسی پر جو اپنے گھر میں ایک جیتا جاگتا بچہ کھیلتا دیکھا تو اپنی بیوی سے پوچھا "میری تین سال کی غیبت میں یہ حضرت کہاں سے تشریف لے آئے"۔ اس سے تو کوئی معقول جواب نہ پایا لیکن پاس پڑوسیوں سے معلوم ہوا کہ یہ نئے طریقہ کی پیداوار ہے چنانچہ اس نے عدالت میں چارہ جوئی کی اور اسی بنیاد پر اپنی رفیقۂ حیات سے تفریق کے لیے درخواست دی۔

میرا خیال ہے اس سلسلے میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اس سے پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ہر اعتبار سے یہ طریقہ تولد کس قدر لغو و مضر ہے۔ رہا آپ کے ہاں کے بعض ڈاکٹروں کا یہ خیال کہ امریکا کا یہ اقدام انسانی زندگی میں

عظیم انشان انقلاب برپا کردے گا تو اس سے میں بھی متفق ہوں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ وہ انقلاب انسانی ترقی و سربلندی لے کر نہیں آئے گا، بلکہ تباہی بدوش ہوگا اس کے بعد انسان شکل وصورت میں تو آدمی نظر آئے گا، لیکن سیرت و کردار میں شاید جانور وحیوان اس سے زیادہ بہتر ومعید ثابت ہوں گے۔ ذرا آپ ادیب کیجیے کہ ان ڈاکٹر صاحبان سے اس ہونے والے عظیم الشان انقلاب کی تفصیل بھی دریافت کریجیے تاکہ ہم بھی کچھ استفادہ کرسکیں۔

ہم سبز ترکاریاں کیونکر پکایا کریں۔

سوال:- سبزیوں اور ترکاریوں کے استعمال میں آپ کا رسالہ بہت زور دیتا ہے اور قیام صحت کے لیے ان کا استعمال ضروری بتاتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ ان سبزیوں کی غذائی افادیت اور صحیح پکانے کے طریق پر بھی اپنے سوال وجواب کے کالموں میں روشنی ڈالیں۔ ہمارے گھروں میں سبزیوں کے پکانے کا جو طریقہ اس وقت رائج ہے وہ صحیح ہے یا نہیں۔ آئندہ اشاعت میں اس پر ذرا تفصیل کے ساتھ لکھیے۔ (مسز ٹنڈن، بنارس)

جواب:- سبزیوں اور ترکاریوں کے زیادہ استعمال پر زور دینے کا سبب یہ ہے کہ سبزیوں میں تقریباً تمام معدنی نمکیات اور حیاتین پائے جاتے ہیں جو جسم کے لیے ضروری اجزاء غذا سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اگر انھیں غلط طریق پر پکایا جائے گا تو ان ہی کا استعمال بڑی حد تک بے کار ثابت ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہمیں ان سبزیوں کو صحیح طریق پر پکانا بھی آئے۔ ایک خاتون کو سبزیوں کے پکانے کے سلسلے میں حسب ذیل باتوں کا لازمی طور پر خیال رکھنا چاہیے۔

اول یہ کہ جو سبزی بھی لی جائے، وہ جہاں تک ممکن تازہ ہونی چاہیے۔

دوسرے یہ کہ اسے پکانے سے پہلے خوب اچھی طرح دھو لینا چاہیے۔

تیسرے یہ کہ اگر اس سبزی کو چھیلنا ہے تو چھیل لیا جائے، محض اس کے بالائی حصہ کو کھرچنا ہے تو کھرچ لیا جائے۔

چوتھے یہ کہ پکاتے وقت اس میں کم سے کم پانی ڈالا جائے۔ وہ بھی محض اس لیے کہ ترکاری جلنے نہ پائے۔ نمک بھی حسب ضرورت ڈال دیا جائے۔

پانچویں یہ کہ جو کچھ بھی رس نکلے اسے پھینکا نہ جائے بلکہ رہنے دیا جائے۔

چھٹے یہ کہ بالکل ہلکی آنچ پر پکایا جائے اور زیادہ دیر تک نہ پکایا جائے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ ترکاری کے حیاتین ونمکیات ضائع ہو جاتے ہیں بلکہ وہ دیرہضم بھی ہو جاتی ہے۔

ساتویں یہ کہ ان میں پکاتے وقت سوڈا ہرگز نہ ڈالا جائے کہ اس سے بھی حیاتین ضائع ہو جاتے ہیں۔

آٹھویں یہ کہ ابالنے کے بعد ان کو کچلا نہ جائے یعنی اسے کچل کر بھجیا بنانے میں بھی اس کی غذائی افادیت کم ہو جاتی ہے۔ ویسے خالص گھی سے بگھار دے کر اس کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے اس لیے غربا کو بھجیا بنا کر سبزیوں کو نہیں کھانا چاہیے اگر کھائیں تو اس میں گھی ضرور ملانا چاہیے کہ بغیر اس کے اس کی غذائی افادیت کم ہو جائے گی۔ ترکاریوں میں عام طور پر سوڈیم، پوٹاسیم، فولاد، فاسفورس، سلفر وغیرہ معدنی نمکیات مٹر کی پھلیوں میں، اور معدنی نمکیات کے علاوہ پروٹین یعنی لحمی اجزا بھی پائے جاتے ہیں اور سبزیوں میں فولاد کے اجزاء گوشت کی نسبت زیادہ پائے جاتے ہیں۔

ذیل میں چند عام ترکاریوں کے پکانے میں جو وقت صرف کرنا چاہیے ان کی فہرست دیتا ہوں۔ اسی کے مطابق ان کو آگ پر رکھنا چاہیے۔

اسپراگس (مارچوبہ)	۱۵ سے ۲۰ منٹ تک
سیم، باقلا اور لوبیے کے بیج	۲۰ سے ۳۰ منٹ تک
چقندر	۳۰ ” ۹۰ ”
گوبھی کا پھول	۱۵ ” ۲۰ ”
کرم کلہ	۵ ” ۱۵ ”
گاجر	۱۵ ” ۲۵ ”
بھنڈی	۱۰ ” ۲۰ ”
پیاز	۳۰ ” ۴۰ ”
انگریزی گاجر	۲۰ ” ۳۰ ”
مٹر	۱۰ ” ۲۰ ”
پالک کا ساگ	۵ ” ۱۰ ”
ہرا گھیا	۱۵ منٹ تک

شلغم ۱۵ سے ۲۰ منٹ تک

ان ترکاریوں کو گوشت میں بھی پکایا جا سکتا ہے لیکن اس صورت میں چونکہ ترکاری زیادہ پک جاتی ہے اس لیے تقریباً تمام حیاتین ضائع ہو جاتے ہیں۔ البتہ گوشت کی مضرات ترکاری ملا کر کھانے سے بڑی حد تک دور ہو جاتے ہیں اور اس کے ہضم میں بھی اتنی دیر نہیں لگتی۔

سویابین نہایت اچھی ترکاری ہے۔ اس میں نہ صرف یہ کہ پروٹین (لحمی اجزا) ہوتا ہے بلکہ حیاتین ب، فولاد، کیلسیم اور فاسفورس کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ اسے بھی زیادہ دیر آگ پر نہیں رکھنا چاہیے

یوں تو سبزیوں کو جس طرح چاہیں پکا کر کھائیں۔ لیکن ان سے پورا پورا فائدہ ہمارے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق پکا کر ہی اٹھایا جا سکتا ہے۔

صرف ایک ورزش بتا دیجیے۔

سوال:۔ موسیو اقبال حسین سے درخواست ہے کہ وہ کوئی ایک ایسی ورزش بتائیں جسے مرد و عورت دونوں بآسانی کر سکیں۔ اس ایک ہی ورزش سے نظام ہضم بھی ہمیشہ درست رہے اور جسمانی حالت بھی چست رہے۔ وہ جسم کو بالیدگی بھی بخشے اور اس سے عام تن درستی بھی قائم رہے۔

نعیم الحق فاروقی شاہجہاں پور

جواب:۔ (موسیو اقبال حسین کا جواب درج ذیل ہے)

آپ کے سوال کا سیدھا سادا جواب تو یہ ہے کہ صبح سویرے کھلی ہوا میں پیدل ہواخوری وہ ورزش ہے جس کے کرنے سے نظام ہضم بھی ہمیشہ صحیح رہے گا اور عام جسمانی حالت بھی درست رہے گی۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ میرے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوں گے۔ کہ مستورات کے لیے شہری زندگی میں پیدل ہواخوری ممکن نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آپ ایک ہی مقام پر ہاتھ پیر ہلانے کی ورزش چاہتے ہیں اس لیے پیدل ہواخوری والی ورزش آپ کو اپیل نہیں کرے گی۔ بہت اچھا لیجیے میں آپ کو آج ایک ایسی ورزش بتاتا ہوں جو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یکساں مفید ہے۔ ایک ایسا چوڑا اسٹول لیا جائے جو نہ بہت زیادہ نیچا ہو اور نہ بہت زیادہ اونچا۔ اور جس پر اچھے طریقے سے دونوں کہنیاں ٹکا کر بیٹھا جا سکے۔

سب سے پہلے اس اسٹول پر بیٹھ جائیے۔ کہنیاں پشت کے پیچھے اسٹول پر رکھی ہوئی ہوں اور ٹانگیں بھی زمین سے کچھ اٹھی رہیں۔ اس کے بعد پہلے بائیں ٹانگ کو اوپر اٹھایا جائے اور جہاں تک بآسانی اوپر لے جائی جا سکتی ہے لے جائی جائے۔ یہ خیال رہے کہ گھٹنے میں بالکل خم نہیں آنا چاہیے جس طرح اسے اٹھایا تھا، اسی طرح نیچے لے آئیے۔ پھر بائیں ٹانگ کو اسی طرح اٹھائیے اور نیچے لائیے۔ ایک دو ماہ بعد مشق سے ٹانگیں اتنی بلند ہونے لگیں گی کہ گھٹنے سینے سے چھونے لگیں گے شروع میں دس مرتبہ ایک ایک ٹانگ سے یکے بعد دیگرے کیجیے اور رفتہ رفتہ بیس تک کرنے لگیے۔

اس ورزش سے جسم میں لچک دلچسپی پیدا ہوگی جسم کا توازن قائم ہو جائے گا اور چستی کا یہ عالم ہوگا کہ آپ اپنی موجودہ عمر سے خود کو دس سال چھوٹے محسوس کرنے لگیں گے اس سے اعضائے ہضم میں کبھی سستی نہیں آنے پائے گی اور ایک ماہ کے اندر اندر تمام نظام جسمانی میں نمایاں ترقی دکھائی دینے لگے گی۔ کمر میں غیر معمولی چستی پیدا ہو جائے گی۔ کولہوں کا غیر ضروری گوشت کم ہونے لگے گا اور پیٹ کے عضلات نہایت مضبوط ہو جائیں گے۔ غرض اس ایک ورزش سے بہت سی ورزشوں کا کام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن باقاعدگی شرط ہے۔ دن میں کئی مرتبہ بشرط فرصت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہمیشہ کھانا کھانے کے تین چار گھنٹے بعد۔ عورتوں کے لیے بھی یہ ورزش مفید ہے۔ خاص طور پر اس وجہ سے کہ انھیں گھریلو کام کاج میں مصروف رہنے کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ وہ ورزشوں کے پورے سلسلے کو کر سکیں۔ لہٰذا اگر وہ بھی اس ورزش کو روزانہ کریں گی تو بہت فائدہ ہوگا۔

چند سوالات

سوال:۔ آپنے ابھی تک جو ورزشیں چھاپی ہیں وہ واقعی بہت مفید ثابت ہوئیں۔ لیکن پھر بھی آپ سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں جن کے جوابات بذریعہ ہمدرد صحت دیجیے تاکہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے۔

(۱) جے۔ بی۔ ملر ڈنمارک کے ایک مشہور پہلوان نے اپنی کتاب "صحت کی خاطر بیس منٹ" میں جسم کو بنانے کی ورزشیں بھی شامل کی ہیں وہ آپ کے خیال میں کہاں تک مفید ہیں؟

(۲) اس بات پر زور دینا کہ جب تمام بدن پسینہ میں تر ہو یا کسرت کے درمیان نہا لینا جیسا کہ خود اس کی کتاب میں ہے حفظان صحت کے اصول کے مطابق ہے یا نہیں؟

(۳) اس نے سانس اندر لینے اور باہر نکالنے کا خاص طور پر خیال رکھا ہے۔ اور سانس کے روکنے کے وہ سخت خلاف ہے۔ آپ کے خیال میں یہ کہاں تک درست ہے اور آپ کی طبع شدہ ورزشوں میں سانس روکنا چاہیے یا نہیں؟

(۴) پیروں کے لیے کوئی ورزش شائع کیجیے۔

امید ہے کہ آپ میرے سوالات کے جوابات بہت جلد بذریعہ ہمدرد صحت دے کر مجھے ممنون فرمائیں گے۔

سید علی نقی زیدی: قدورستی (خریدار نمبر ۴۸۷)

جواب:- مولر نے اپنے نامی سسٹم میں مردوں کے لیے سولہ ورزشیں دی ہیں۔ آٹھ دن میں نظام جسمانی کو درست رکھنے اور جسم کو نشو و نما دینے کے لیے ہیں اور آٹھ ورزشوں کے ذریعہ وہ تمام جسم کی جلد کی مالش کر دیتا ہے۔ میرے نزدیک اس کی وہ تمام کی تمام ورزشیں نہایت اچھی ہیں۔ ان میں جو سب سے بڑی خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ وہ کمزور سے کمزور جسم کے لیے بھی بے ضرر ہیں نظام جسمانی کی درستی کی تو بے شک وہ ضمانت دیتی ہیں لیکن جسم کے عضلات کو بالیدگی نہیں دیتیں اور نہ وہ اس کا خود بھی دعوے کرتا ہے۔ ملنے کی ورزشیں جلد کے لیے نہایت اہمیت رکھتی ہیں۔ اور اگر آپ کریں گے تو اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے نقصان کوئی نہیں۔

۲ ورزش کے فوراً بعد جب جسم پسینہ میں تر ہو اور خوب گرمایا ہوا ہو نہا لینا بالکل اصول صحت کے مطابقت میں ہے البتہ جسم پر پانی ڈالنے سے پہلے گہرے گہرے سانس لے کر قلب کی حالت میں سکون پیدا کر لینا چاہیے۔ آپ اس اصول پر کاربند ہوں گے تو سخت سے سخت جاڑے میں بھی آپ ٹھنڈے پانی سے بلا کسی جھجک اور تکلیف کے نہا سکیں گے جب چاہیں آپ اس کا تجربہ کریں۔

اس نوع کی کسرت کے درمیان نہا لینا جیسے کہ مولر کی مالش کی ورزشیں ہیں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ ان ورزشوں میں قلب کی حالت نہیں بگڑتی وہ سکون پذیر ہی رہتا ہے۔ ہاں جاڑے میں ٹھنڈے پانی سے نہانے والوں کے لیے تو نہانے کے بعد ورزش نہایت ضروری ہے، وہ بھی بس اس قدر کر لینی چاہیے کہ جس سے جسم گرما جائے، ورنہ موسم کی شدت بہت سخت ستائے گی۔ اس کے بعد دھوپ میں بیٹھنا بھی بہت مفید ہے۔

(۳) تنفس کے خیال رکھنے پر بھی مولر کا زور دینا صحیح ہے سانس کو اندر دیر تک روک کے رکھنا تو کسی طرح بھی مفید نہیں۔ آکسیجن اندر جا کر جسم کی پرورش کرتی ہے اور جسم کا میل کچیل اور کوڑا کرکٹ سانس کے ساتھ باہر نکالا جاتا ہے۔ اب اگر آپ نے دیر تک اندر سانس روک کے رکھا تو خواہ مخواہ کاربن ڈائی اوکسائڈ کو دیر تک اپنے جسم میں رکھا جو اگر بہت زیادہ دیر تک جسم میں رہے تو مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ ہماری ورزشوں میں سانس کا وہی طریقہ ہے جو مولر کے ہاں ہے۔

(۴) پیروں کی ورزشیں بھی آئندہ کسی اشاعت میں شائع کروں گا۔ لیکن اس سلسلے میں میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ پیروں اور کلائیوں اور انگلیوں کی ورزش میں زیادہ نہ الجھیے کریں ایسے ایک ایسے شخص کے لیے جو دنیا میں ورزش کے علاوہ کچھ اور کام بھی کرنے آیا ہے۔ غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ ورزش اس لیے کیجیے کہ تن درست رہیں۔ دوران خون صحیح ہو جائے میں ورزش کے لیے بہترین وقت صبح کا سمجھتا ہوں اور اگر کھلے میدان میں ایک یا دو میل ٹہل کر کی جائیں تو اس سے صحت پر بہت اچھا اثر پڑے گا۔ ورزش شروع کرنے سے پہلے کھلی ہوا میں خوب گہرے گہرے سانس لیجیے۔ اور ورزش کے دوران میں بھی خوب گہرے گہرے سانس لیجیے۔

(اقبال حسین)

آپ سے چند سوالات

سوال:- ہمدرد صحت کا پرچہ ملا۔ اس میں آپ کے سوال و جواب کے حصہ کو بڑی دلچسپی سے پڑھا حقیقتاً صحت کے متعلق آپ کے مشورے نہایت بیش قیمت ہوتے ہیں۔ میرا بھی ایک سوال ہے جس کا جواب ہمدرد صحت ہی کے کالموں میں عنایت فرمائیے۔

کیا بینائی کا حافظہ کے ساتھ تعلق ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر بینائی کمزور ہو گی تو کیا اس کے ساتھ حافظہ بھی کم زور ہو جائے گا۔

میری بینائی بہت کمزور ہے میں ۵۔۵ نمبر کا چشمہ لگاتا ہوں اور حافظہ بھی بہت کمزور ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ حالاں کہ

میری عمر ابھی ۲۱ سال سے زائد نہیں ہے۔ والدین کہتے ہیں کہ چھوٹی عمر میں سرسام ہوا تھا۔ اس سے نگاہ پر اثر پڑا ہے ویسے میں نے راتوں کو مطالعہ بھی زیادہ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اس کا نتیجہ ہو۔ کیا کوئی علاج آپ کی نظر میں میری بینائی اور حافظہ کو قوت دے سکتا ہے۔

محمد دین۔ کوئنز روڈ۔ دہلی

جواب:- جی نہیں بینائی کا حافظہ سے ایسا کوئی تعلق نہیں ہے کہ بینائی خراب ہوتے ہی حافظہ بھی خراب ہو جائے البتہ بعض اوقات یہ تو ممکن ہے کہ ایک ہی سبب، دماغ کے بینائی والے حصہ کو بھی متاثر کر دے اور حافظہ سے متعلق حصہ کو بھی اور دونوں بہ یک وقت خراب ہو جائیں۔ آپ کے معاملہ میں غالباً یہی ہوا ہے اور میرے نزدیک بچپن میں جو آپ کو سرسام ہوا تھا اسی نے آپ کے حافظہ بھی خراب کر دیا ہے اور بینائی کو بھی۔

بینائی اور حافظے دونوں کے لیے میں آپ کو ایک نہایت عمدہ نسخہ بتاتا ہوں، جس کے استعمال کو ہمیشہ جاری رکھنے سے رفتہ رفتہ آپ کے دماغ کا متاثر حصہ درست ہوتا جائے گا۔ ویسے کوئی دوائی علاج میرے نزدیک کارگر ثابت ہوتا نہیں معلوم ہوتا۔

صبح سویرے نہار کے بعد شروع میں ۴ باداموں کو ۴ دانے مویز منقے کے ساتھ ان کے بیج نکال کر کھا لیے جائیں اس طرح کہ ایک بادام کی گری کے ساتھ ایک دانہ منقے کا کھا لیا جائے۔ آٹھ دس روز میں آٹھ عدد باداموں تک کھانے لگیے اور اسی مناسبت سے منقے کے دانوں میں بھی اضافہ کر دیجیے۔ ایک ہی سال میں آپ دیکھیں گے کہ نہ صرف یہ کہ آپ کا حافظہ و بینائی بہتر ہو گئی ہے بلکہ نظام ہضم اور آنتوں پر بھی نہایت ہی خوش گوار اثر پڑا ہے۔ اس مشورہ کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہ کر دیجیے۔ یہ ایک آزمودہ نسخہ ہے۔

سوال:- ہمدرد صحت کے اکتوبر کے شمارہ میں "شملہ سے مسوری تک" ایک بہت مفید اور پُر از معلومات مضمون شائع ہوا ہے۔ لیکن مضمون چونکہ پانچ چھ برس پہلے کا لکھا ہوا ہے اس لیے آخری پیرے میں جو باتیں لکھی گئی ہیں وہ اس وقت قدرے تشنۂ تکمیل دکھائی دیتی ہیں۔

فاضل مضمون نگار نے لکھا ہے کہ حکیم صاحب کی زائد چربی گھل گئی اور بڑھا ہوا پیٹ پچک گیا۔ کیا حکیم صاحب کا پیٹ واقعی طور پر پچک گیا تھا اور اب بھی پچکا ہوا ہو۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ حکیم صاحب کا وزن ورزشوں سے کم ہو گیا ہو کیوں کہ حکیم صاحب تو باقاعدہ ورزش کے عادی ہیں، اور شاید اب بھی ہوں

دوسرے اس سفر میں حکیم صاحب نے بہت سی جڑی بوٹیوں کی جانچ پڑتال بھی کی۔ اور ایک گروپ مرہم کے لیے بھی دریافت کر لیا۔ لیکن اتنا عرصہ گزرنے پر بھی مضمون سے یہی معلوم ہوا کہ مرہم بن کر تیار نہیں ہوا۔ اگر آپ اپنی طرف سے کچھ نوٹ بڑھا دیتے ہیں تو مضمون کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی

سارجنٹ پیر زادہ، آر۔ اے۔ ایف۔ سٹیشن

مدورا

جواب:- میرے خیال میں تو یہ سفر نامہ جس مقصد کے لیے شائع کیا گیا ہے وہ مقصد اس کے مطالعہ سے بخوبی پورا ہو جاتا ہے اور کوئی چیز مجھے تشنہ نظر نہیں آتی۔ ہمارا مقصد اس کے شائع کرنے سے یہ تھا کہ لوگ اس قسم کے پیدل سفروں کو اہمیت دیں اور یہ جان لیں کہ جسمانی و اعصابی کمزوری دور کرنے میں ان سفروں کو دوائی علاج پر کس قدر فوقیت حاصل ہے۔

رہا حکیم صاحب کا دوران سفر میں جڑی بوٹیوں سے دلچسپی لینا وغیرہ تو یہ محض ضمنی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے نتائج کو اس مضمون کے ساتھ شائع کرنا بالکل غیر ضروری سمجھا گیا یہ ایک بالکل پرائیویٹ اور نجی سی بات تھی جسے ہمیں منظر عام پر لانے کی ضرورت نہ تھی اس لیے کہ جس مقصد کے پیش نظر اس مضمون کو شائع کیا ہے اس سے اس بات کا کوئی تعلق نہیں۔

حکیم صاحب کے متعلق یہ جان لیجیے کہ وہ کسی قسم کی جسمانی ورزش سوائے صبح کی ہواخوری کے نہیں کرتے! البتہ صبح کی ہواخوری کے التزام میں وہ دونوں وقت کھانا کھانے سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ آندھی آئے مینہ برسے مگر صبح کی ہوا خوری نہ جائے۔ ان کی چربی کے گھلنے کے متعلق سفرنامے کے آخری پیرے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ مضمون نگار نے اس میں بالکل غلو سے کام نہیں لیا۔ حکیم صاحب تو ان کے سخت خلاف ہیں کہ ان کی ذات و شخصیت کو رسالے کے کالموں میں زیر بحث لایا جائے۔ شملہ سے مسوری تک، کی اشاعت کے وہ محض اسی وجہ سے خلاف تھے۔ یہ تو میں نے ان کی بغیر اجازت شائع کر دیا تو ہو گیا۔ ورنہ وہ تو یہی کہتے تھے کہ لوگ اسے پروپیگنڈا سمجھیں گے اور میں اسے پسند نہیں کرتا کہ اس طرح اپنا پروپیگنڈا کیا جائے۔" میں خود بھی ان کی اس رائے سے اتفاق رکھتا ہوں لیکن چونکہ اس مضمون کی افادیت میرے نزدیک تنی زیادہ تھی کہ میں نے پروپیگنڈے کے خیال کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی اور اسے شائع کر دیا۔

اِنسان اورموسمِ بہار!

کیا اِنسان اِس موسم کی شوخی اور مستی کو برداشت نہیں کرسکتا؟

انسان نے جب پہلی مرتبہ دنیا میں آنے کے بعد اس دنیا کی بے رونقی کو دیکھا تو اس نے کہا "اے مالک تو نے مجھے کیسی دنیا میں بھیج دیا ہے، جہاں نہ مستی ہے نہ شوخی ہے اور نہ زندگی ہے۔

مالک نے پوچھا، "تو کیا چاہتا ہے؟"

انسان بولا، "میں ایک ایسی دنیا چاہتا ہوں جہاں حُسن ہو، جوانی ہو، شباب ہو، جہاں کی فضا میں مستی ہو اور جہاں وہی کیف د سرور ہو جو تیری جنت میں ہو۔ میرے مالک اس دنیا کو بھی اسی جنت کی طرح بنا دے جہاں مدتوں رہا ہوں اور جہاں کی فضا میں حسن بکھرا بکھرا پھرتا ہے۔"

مالک نے کہا، "اب تو اُس شوخی، ورستی کو برداشت نہیں کر سکے گا۔"

انسان نے گڑگڑا کر کہا، "میرے مالک کچھ بھی ہو میری دنیا کو جنت جیسا بنا دے۔"

مالک نے، جسے انسان کی دلداری منظور تھی، ایک اشارہ کیا، کائنات کا رنگ بدلنے لگا، مست فضائیں چلنے لگیں، زمین سے رنگ برنگ کے پھول امنڈ پڑے۔ درخت ہرے بھرے ہو گئے۔ درختوں کی شاخیں میووں سے جھک گئیں۔ دریاؤں کا پانی شفاف موتی کی طرح چمکنے لگا، ہر طرف حسن تھا، شوخی تھی اور جوانی تھی۔ یہ تھا دنیا کا انقلاب اور اسی انقلاب کا نام ہے موسم بہار۔

اگرچہ دنیا بہت پرانی ہو چکی ہے، لیکن پھر بھی اس انقلاب کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے ہر سال بہار آتی ہے اور بہار کے آتے ہی پتہ پتہ میں نشوونما کی قوت بڑھ جاتی ہے اور ہر طرف فضا میں ایک جوانی سی لہرانے لگتی ہے۔

اِنسان اور موسمِ بہار

موسم بہار کی یہ انقلابی کیفیات صرف اس کائنات ہی تک محدود نہیں ہیں، بلکہ آفرینش عالم سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ موسم بہار کے آتے کے ساتھ ہی انسان بھی ایک انقلاب محسوس کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ انسانی قلب امنگوں سے لبریز ہو جاتا ہے۔ سرخ خون گرمی پا کر رگوں میں دوڑنے لگتا ہے۔ دماغ پر ایک مستی سی چھا جاتی ہے اور انسان ان کیفیات سے کچھ مدہوش سا ہو جاتا ہے۔ شاید اسی لیے قدرت نے کہا تھا کہ "اے انسان اب تو اُس شوخی اور مستی کو برداشت نہیں کر سکے گا۔"

یہ حقیقت ہے کہ انسان کے لیے یہ مست کر دینے والا موسم ناقابلِ برداشت ہی بن جاتا ہے۔ کیونکہ بہار کے آتے ہی نہ صرف انسان کے احساسات کی دنیا میں ہلچل پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ جسمانی کیفیات بھی اس کے لیے مصیبت بن جاتی ہیں۔

موسمِ بہار میں اِنسانی جِسم کی بغاوت

موسم بہار کے آتے ہی انسان کے جسم میں ایک انقلاب رونما ہو جاتا ہے۔ وہی خون جو ہمارے جسم کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے، ہم کو پریشان کرنے لگتا ہے۔ خون گرمی پا کر رگوں میں پھیلنے لگتا ہے۔ اس میں ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے اور خون میں جوش پیدا ہونے کے ساتھ ہی وہ تمام خوفناک بیماریاں ابل پڑتی ہیں جو زیادتیٔ خون یا جوشِ خون سے تعلق رکھتی ہیں۔

موسم بہار کے آتے ہی پھوڑے، پھنسیاں، چیچک، خسرہ، نکسیر وغیرہ کی شکایتیں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ صرف یہی نہیں ہوتا

بلکہ وہ مواد جو جاڑے میں جسم کے کسی نامعلوم کونے میں پڑا ہوا تھا گرمی پاکر اُبل پڑتا ہے اور کمزور اعضا پر گر کر ان کو ناکارہ کر دیتا ہے غرضکہ موسم بہار کے آتے ہی انسان کے سارے جسم میں ایک ہلچل پیدا ہو جاتی ہے۔ شاید اسی لیے قدرت نے انسان سے کہا تھا کہ
"تو موسم بہار کی شوخی اور مستی کو برداشت نہیں کر سکے گا۔"

یہ جسمانی بیماریاں کیوں پیدا ہوتی ہیں؟

شاعر اور ادیب کی نظر میں موسم بہار کی یہ بیماریاں موسم بہار کی پیدائش کی یادگار ہیں۔ لیکن اطبا کہتے ہیں کہ ان بیماریوں کو بہار جیسے معصوم اور پُرلطف موسم کی ہلاکت آفرینیوں کا سبب نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یہ بیماریاں اُن خرابیوں کا نتیجہ ہیں جو سردی کے موسم میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ سردی میں تو دبی پڑی رہتی ہیں لیکن جوں ہی موسم بہار کی لطیف گرمی ان کو چھیڑتی ہے یہ اُبل پڑتی ہیں۔
اطبا کی رائے ہے کہ اگر جسم میں مدافعت کی طاقت ہو تو یہ زہریلا مادہ جو سردیوں سے جسم میں پڑا ہوا تھا خود ہی نکل جاتا ہے لیکن اگر قوت مدافعت کمزور ہے تو یہ زہر جسم میں رہ جاتا ہے اور سینکڑوں خطرناک بیماریوں کا سبب بن جاتا ہے۔

موسمِ بہار ہمارے لیے مصیبت

قدرت نے سچ کہا تھا کہ "اے انسان موسم بہار کو تو برداشت نہیں کر سکے گا۔" چنانچہ یہی ہو رہا ہے کیونکہ ہماری تندرستیاں خراب ہوتی جا رہی ہیں۔ ہمارے جسم میں زہر کو خارج کرنے کی قوت باقی نہیں رہی۔ اس لیے موسم بہار جیسا خوش گوار موسم بھی ہمارے لیے مصیبت بن جاتا ہے۔

موسم بہار ہمارے لیے کس قدر قاتل ثابت ہو رہا ہے اس کا اندازہ اس خوفناک رپورٹ سے ہو سکتا ہے جو ہر سال ہندوستان میں شائع ہوتی ہے۔ اس رپورٹ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موسم بہار بنی نوع انسان کی تباہی کا پیام لے کر آتا ہے اور لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کو برباد کر کے چلا جاتا ہے۔

۲۷ لاکھ آدمی موسمِ بہار کے شکار

اندازہ لگایا گیا ہے کہ موسم بہار میں خون میں زہر شامل ہونے کی وجہ سے جو خوفناک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ان میں تقریباً ۲۷ لاکھ آدمی یا تو جان دے دیتے ہیں یا تندرستی کھو بیٹھتے ہیں۔ ان ۲۷ لاکھ میں وہ اور کروڑوں مریض شامل نہیں ہیں جو معمولی پھوڑے پھنسیوں کی تکلیف اٹھا کر تندرست ہو جاتے ہیں یا چیچک وغیرہ میں اپنے جسم کی خوبصورتی کو زائل کر کے زندہ رہ جاتے ہیں۔

موسم بہار کا ہی یہ کرشمہ ہے کہ ہر سال بیشمار آدمی اس موسم میں جنون اور دیوانگی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ غرضکہ موسم بہار ہمارے لیے ایک مصیبت بن کر آتا ہے اور جب جاتا ہے تو لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کو برباد کر کے چلا جاتا ہے یہ موسم بظاہر نہایت خوش گوار ہے لیکن درحقیقت ہر موسم سے زیادہ خطرناک ہے۔

جسم کے نظامِ ہضم کے اعضاء

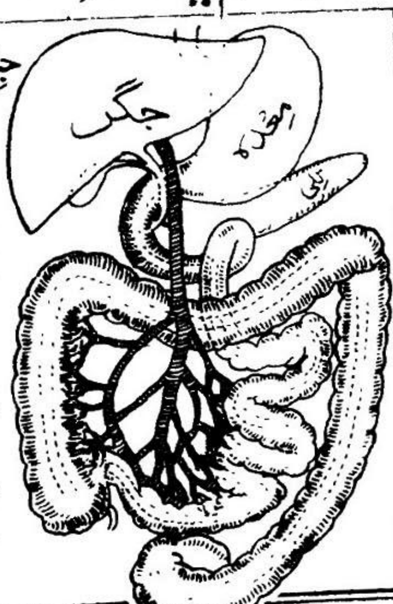

اسی فی صدی روگ ان ہی اعضا کے کاموں میں گڑبڑ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں "صافی" کی یہ خاصیت ہے کہ ان اعضا کے عمل کو بالکل درست حالت میں رکھتی ہے۔ اگر ان میں خراب مادے جمع ہوں تو ان کو باہر نکالنے کا فوراً بندوبست شروع کر دیتی ہے اس طرح یہاں کے خراب مادے جو رگوں میں پہنچ پہنچ کر خون کو خراب کرتے تھے اب وہاں نہیں پہنچتے عام دست آور دواؤں کو دست لانے سے کام ہوتا ہے۔ چاہے جسم کو دستوں کی ضرورت ہو یا نہ ہو صافی ہی کی یہ عجیب تاثیر ہے کہ نظام ہضم کے اعضا پر ٹھیک ٹھیک عمل کرتی ہے۔

موسمِ بہار کی ہلاکت آفرینیوں سے بچو

موسم بہار ہندستان میں اپنی تباہ کاریاں برپا کرنے کے لیے ہر سال ۱۵ فروری کو آتا ہے اور آخر ماہ اپریل تک ایسا ہنگامہ برپا رکھتا ہے جس کی تلافی کبھی نہیں ہوسکتی۔

ہندستان کے ہر ہوشمند انسان کا فرض ہے کہ وہ اس خوش گوار مگر خطرناک موسم کی ہلاکت آفرینیوں سے اپنے آپ کو بچائے اور ایسی تدابیر اختیار کرے کہ اس موسم کا خطرہ بڑی حد تک ختم ہو جائے۔

اس موسم کے آتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا جائے کہ رات کو دیر تک نہ جاگا جائے ثقیل غذاؤں کو چھوڑ دیا جائے اور خون میں تیزی پیدا کرنے والی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی کسی نہ کسی طرح اس زہریلے مادّے کو خارج کر دیا جائے جو سردیوں سے جسم میں پڑا ہوا ہے اور اب وہ جسم میں زہر بن کر ایک قیامت برپا کرنے والا ہے۔

قدیم زمانہ میں لوگ کیا کرتے تھے؟

قدیم زمانہ کے ہوشمند آدمی موسم بہار کو طاعون اور ہیضہ سے بھی زیادہ خطرناک خیال کرتے تھے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ موسم بہار کے آتے ہی کم از کم ایک ہفتہ کا جلاب لیا کرتے تھے تاکہ جسم کا تمام زہریلا مادّہ خارج ہو جائے جو لوگ زیادہ دولتمند تھے وہ اس سے بھی زیادہ مدت کا جلاب لیتے تھے لیکن اب زمانہ ایسا آگیا ہے کہ لوگوں کے پاس نہ وقت ہے نہ روپیہ۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہفتوں جلاب لیکر گھروں میں پڑے رہیں اور اس کے بعد فاقہ کشی کی مصیبت برداشت کریں۔

اِس زمانہ میں لوگ کیا کرتے ہیں؟

اس زمانہ میں جبکہ لوگوں کے پاس نہ وقت ہے اور نہ روپیہ وہ اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے مصفی خون دوائیں استعمال کر لیتے ہیں لیکن چونکہ اسوقت تک کوئی ایسی مصفی دوا ایجاد نہیں ہوئی تھی جو خاص طور پر اسی موسم کے مریضوں کے لیے مخصوص ہو، اس لیے لوگوں کو پورا فائدہ نہیں ہوتا تھا لیکن اب جبکہ جدید سائنٹفک اصول کے ماتحت ہمدرد دواخانہ دہلی نے خاص اس موسم کے لیے "صَافِی" جیسی مؤثر دوا تیار کر دی ہے تو پبلک اسی دوا کو استعمال کرتی ہے اور اس دوا کا یہ اثر ہوتا ہے کہ لوگ ان خطرناک مرضوں سے بچ جاتے ہیں جنکا پیدا ہونا اس موسم میں بالکل یقینی ہے۔

"صَافِی" بیسویں صدی کی حیرت انگیز ایجاد ہے

صَافِی بیسویں صدی کی وہ حیرت انگیز ایجاد ہے جس کے استعمال کے بعد نہ لمبے چوڑے مُسہل لینے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کسی خاص احتیاط کی۔

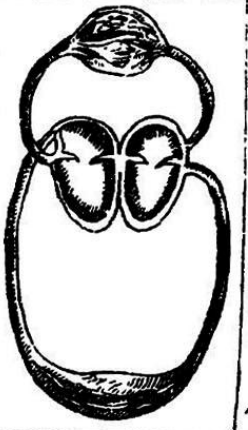

جسم میں دورانِ خون

صَافِی نہ صرف خون کے اصل نقصوں کو دُور کر دیتی ہے بلکہ خون کی گردش کو بھی صحیح حالت میں رکھتی ہے +

بس صبح اٹھتے ہی نہار مُنھ پانی یا دُودھ میں ملاکر صَافی پی لیجیے۔ چند روز کے استعمال کے بعد سارا جسم کندن بن جائے گا۔

صَافِی اس وقت ہندستان کی واحد دوا ہے جو خون کی تمام خرابیوں کے لیے اور موسم بہار میں پیدا ہونے والی بیماریوں کے لیے حد درجہ مفید ثابت ہو رہی ہے۔ یہ خون کے زہریلے اور ناقص مواد کو پیشاب، پاخانہ یا پسینے کے ذریعہ سے خارج کر دیتی ہے۔ چنانچہ صافی کے استعمال کے بعد بعض لوگوں نے اپنے پیشاب اور پاخانہ کا امتحان کرایا تو اس میں زہریلا مادہ کثرت سے پایا گیا۔ یہی زہریلا مادہ اگر جسم میں رہ جاتا تو سینکڑوں بیماریوں کا سبب بن سکتا تھا۔

صَافِی کے استعمال کا طریقہ:-

صَافِی کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ صبح کو نہار منہ ایک تولہ

صَافِی دودھ یا پانی میں ملاکر پی لیں۔ اس کے بعد ایک گھنٹے تک کچھ نہ کھائیں۔ اگر صافی کے دوران استعمال میں پسینہ کثرت سے خارج ہو یا پیشاب بار بار آنے لگے تو اس سے ڈرنا نہیں چاہیے بلکہ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ صافی کا اثر شروع ہوگیا اور صافی خون کے ناقص مادوں کو پسینہ اور پیشاب کی راہ خارج کر رہی ہے۔ اگر پیٹ میں گرانی ہو تو صافی کی خوراک کو دوگنا کرکے اور اسے گرم پانی میں ملاکر پیا جائے۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ دو تین دست ہو جائیں گے اور طبیعت میں شگفتگی اور ہلکاپن محسوس ہونے لگے گا۔

حفظ ماتقدم اور صحت کی حفاظت کے لیے محض ایک مہینہ تک صافی کی روزانہ ایک خوراک پی لینا بالکل کافی ہے۔ بچوں کو صافی ½ سے ¼ خوراک تک دی جاتی ہے۔ البتہ موسم بہار کی بیماریوں میں کچھ اضافوں کی ضرورت ہوگی۔ جن کی تفصیل آگے چلکر بیان کی جائے گی۔

صَافِی کے دوران استعمال میں اس چیز کا خیال رکھا جائے کہ خوراک ہلکی اور زود ہضم ہو۔ بہار کے موسم کے پھل جتنے چاہیں کھائیں

صَافِی کے کرشمے

یہ حقیقت ہے کہ موسم بہار کی کئی بیماریوں میں صافی کے کرشمے حیرت انگیز طریقہ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ جسم میں پہنچتے ہی خون اور زہریلے مواد پر ایسا زبردست قبضہ کرلیتی ہے کہ طبیعت کو وہ کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے اور طبیعت انھیں صافی کی امداد سے آسان راستوں سے جسم سے باہر نکال دیتی ہے۔ حقیقت میں صافی کے یہ فوائد اور اثرات اس کے عجیب و غریب نسخہ اور سائنٹفک طریقہ تیاری کی بدولت حاصل ہوتے ہیں۔ صافی میں ایسی دوائیں شامل کی گئی ہیں جو بہت کم عرصے میں معدہ اور جگر کی مہین نالیوں سے گزرکر رگوں میں پہنچ جاتی ہیں اور دوران خون میں شامل ہوکر خون کی صفائی کے قدرتی خزانوں کو سرگرم عمل بنا دیتی ہیں۔

عروق جاذبہ کو آمادہ کردیتی ہیں کہ وہ جلد سے جلد خراب مواد کو ایسی جگہ پہنچادیں جہاں سے آسانی کے ساتھ انھیں خارج ہونیکا راستہ مل جائے اور غدد جاذبہ کو عروق جاذبہ کی رطوبت کو چھاننے کے لیے تیار اور تیز کردیتی ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ صَافِی خون ہی کو متاثر کرتی ہے بلکہ اس میں یہ عجیب و غریب خاصیت موجود ہے کہ بدن میں جو خلط غالب ہوتی ہے اس کو اعتدال پر لے آتی ہے اور زائد مواد کو پیشاب پاخانہ یا پسینے کی راہ سے باہر نکال دیتی ہے۔

جِسم میں غدد جاذبہ اور عروق جاذبہ کا نظام

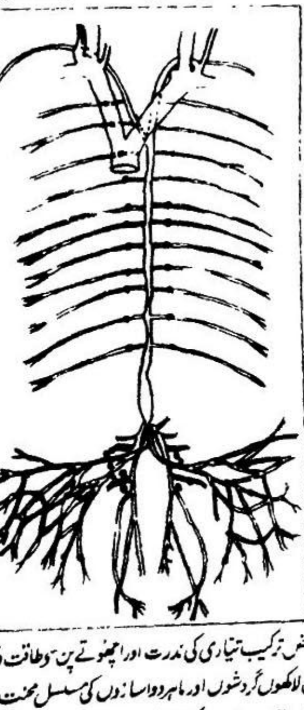

اس نظام پر صافی کے استعمال سے حیرت انگیز اثرات ظاہر ہوتے ہیں یہ نظام صافی کے استعمال سے صحیح کام کرنے لگتا ہے اور پھر خون میں کوئی خرابی نہیں رہنے پاتی۔

صَافِی کیا ہے؟

صَافِی کی ان بے نظیر تاثیروں کو دیکھ کر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر صَافِی ہے کیا جس میں ایسے بے شمار منافع جمع ہوگئے ہیں درحقیقت صَافِی چند موثر سریع العمل اور نایاب بوٹیوں اور بہت سی بیش قیمت دواؤں کا ایک مجموعہ ہے جس کے فوائد میں محض ترکیب تیاری کی ندرت اور اچھوتے پن نے طاقت و قوت کے معجزے پیدا کر دیے ہیں ہمدرد دواخانے میں بجلی سے چلنے والی متعدد مشینوں کی لاکھوں گردشوں اور ماہر دواسازوں کی مسلسل محنت و کاوش نے جو مجلس تجربات اور اس کے صدر محترم عالی جناب حکیم مولوی حاجی محمد عبدالحمید صاحب کی نگرانی و سرپرستی میں بروئے کار آتی ہیں، صافی کو اعجاز و کرشمہ بناکر ایک خوبصورت سیال کی شکل میں پیش کردیا ہے۔ پہلے ایک سال تک نہایت خاموشی کے ساتھ مجلس تجربات میں صافی اصولی اور فنی تجربوں کے آغوش میں پلتی بڑھتی رہی اور فن کی باریک اور نہایت دقیق نگاہیں اسکے خط و خال پر تنقید کے ساتھ پڑتی رہیں کبھی اس کے ذائقہ پر بحث کی گئی کبھی زمانہ اثر کو کم سے کم کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی کبھی اس کی طاقت عمل کو بڑھانے کی سفارش ہوئی۔ غرض ایک سال

کے بعد کئی ہزار مریضوں پر تجربہ کر کے مجلس تجربات کے تمام ممبروں نے بالاتفاق کہ دیا کہ اب صافی مکمل ہو گئی اور اس میں خون صاف کرنے اور فسادِ خون کی بیماریوں کو دور کرنے کی یقینی قوتیں پیدا ہو گئیں اس کے بعد صافی کو یورپ کی قیمتی دواؤں کے دوش بدوش بازار فن میں منظر عام پر رکھ دیا گیا۔

صافی کس طرح اپنا عمل کرتی ہے؟

صافی جسے کافی تبدیلیوں کے بعد موجودہ دور کی خون صاف کرنے والی دواؤں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ موثر مکمل اور کارآمد بنایا گیا ہے، جسم انسان میں داخل ہو کر خاص طور پر یہ کام کرتی ہے کہ عروق جاذبہ (لمفیٹک ویسلز) کے اس عمل کو تیز کر دیتی ہے جو خراب مواد کو نکالنے کے سلسلہ میں قدرتاً انھیں انجام دینا پڑتا ہے۔ اس طرح عروق جاذبہ اور عروق دمویہ (Blood Vessels) خراب مواد کو جلد ایسے مقامات پر پہنچا دیتی ہیں جہاں سے انھیں جسم سے باہر نکلنے کے لیے راستہ مل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ صافی کبھی پاخانہ کی صورت

پسینے کے غدود کا خوردبینی منظر

صافی، ان غددوں کو صحیح کام کرنے پر آمادہ کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ صافی کے استعمال سے مخص اوقات پسینہ بہت آتا ہے۔

میں جسم کے خراب اور ناکارہ مواد کو نکالتی ہے کبھی اس کے استعمال سے پسینہ زیادہ آتا ہے کبھی پیشاب۔ صافی غدد جاذبہ (لمفیٹک گلینڈز) کے قدرتی فعلوں کو بھی باقاعدہ کر دیتی ہے اور رطوبت کے چھاننے کا جو کام ان کے سپرد ہے وہ صافی سے زیادہ منظم ہو جاتا ہے۔ صافی ہر موسم ہر عمر اور ہر مزاج کے لیے یکساں مفید ہے۔ بچوں، بوڑھوں جوانوں اور عورتوں کو ہر موسم میں دی جا سکتی ہے۔

گردہ جسم کا سب سے بڑا داروغۂ صفائی

صافی، گردوں کے فعل کو اگر قدرتی طور پر ضرورت ہوتی ہے سب حد تک مدد پہنچاتی ہے اور پھر وہ جسم کے سارے خراب مادے پیشاب کے راستے نکال دیتے ہیں

صافی اور بہار کی بیماریاں

موسم بہار کی مختلف بیماریوں میں اگرچہ صافی کا استعمال بالکل شافی علاج ہے تاہم اس کا طریقہ استعمال مختلف ہوتا ہے۔ اس لیے یہاں الگ الگ ہر مرض میں صافی استعمال کرنے کے آسان طریقے لکھے جاتے ہیں:۔

صافی اور خون کا بخار۔ خون میں جوش آ جانے سے ایک خاص قسم کا بخار پیدا ہو جاتا ہے جسے اطبا کی زبان میں **سونوخس** کہتے ہیں اس میں خون کا غلبہ اور اس کے گرم ہو جانے کی سب علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر بخار آنے سے پہلے جب مریض کو انگڑائیاں آنی شروع ہوں سر بھاری معلوم ہو اور آنکھوں میں غیر معمولی سرخی محسوس ہو تو صافی ایک ایک تولہ تھوڑے سے پانی میں ڈال کر دونوں وقت پلائیں۔ اس سے خون اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے۔ اس کی گرمی بجھ جاتی ہے اور بخار کا اندیشہ باقی نہیں رہتا اگر اس نوبت پر علاج نہیں کیا جا سکے اور بخار ہو جائے تو ایک تولہ صافی ایک چھٹانک پانی میں ڈال کر صبح کو پلائیں۔ شام کو بھی یہی دوا دیں۔ سات دن کے بعد آٹھویں دن صبح کو دو تولے صافی نیم گرم پانی یا گرم دودھ میں ڈال کر پلائیں۔ اس سے شام تک دو تین دست ہو جائیں گے شام کو چار بجے خمیرہ مروارید ۶ ماشے یا خمیرہ گاؤزبان عنبری ۶ ماشے کسی موسمی پھل کے رس کے ساتھ کھلائیں۔ نویں دن پھر ایک تولہ صافی پانی یا دودھ میں ملا کر دیں۔ شام کو اسی دوا کی دوسری خوراک دیں۔ دسویں دن پھر ڈبل خوراک سے مسہل دیں۔ اسی طرح تین مسہل دیں اس سے بخار رفع ہو جائے گا اور خون اپنی کیفیت اور طبیعت کے لحاظ سے اصل حالت پر آ جائے گا یہ ضروری نہیں کہ مسہل کے لیے آٹھویں دن ہی کا انتظار کیا جائے۔ اگر ضرورت ہو تو درمیان ہی میں مسہل دے دیں۔ بخار رفع ہو جانے کے ایک ہفتہ بعد تک دوا دیتے رہیں۔ نقاہت رفع کرنے کی

غرض سے خمیرہ مروارید ۳ ماشے یا خمیرہ ابریشم شیرہ عناب والا ۳ ماشے دُودھ یا کسی پھل کے رس کے ساتھ استعمال کرائیں۔ غذا میں پالک، مونگ کی دال، ہرا گھیا (لوکی) ٹماٹر یا سیب کی ترکاری دی جائے۔ دودھ بھی دیا جاسکتا ہے۔ گوشت سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔ میٹھی چیزیں بھی زیادہ نہ دیں زیادہ مرچ اور نمک سے بھی پرہیز کریں۔ پھلوں میں انار سنترہ اور سیب یا دوسرے موسمی پھل دینے چاہییں۔

صافی اور خسرہ:- جن بچوں کے خسرہ نہ نکلی ہو انھیں موسم بہار شروع ہوتے ہی روزانہ صبح و شام ۳ ماشے صافی ذرا سے پانی میں ملا کر پلائیں جن بچوں کے ٹیکا لگ چکا ہو انھیں بھی صافی دینی چاہیے۔ اگر خسرہ نکل آئی ہو تو صافی ۳ ماشے عرق تنفو رہبر رحسنرہ ۲ تولے میں گھول کر دیں تاکہ خسرہ کے دانے اچھی طرح ظاہر ہو جائیں گے جب خسرہ نکل چکے تو کمزوری دُور کرنے کی غرض سے خمیرہ مروارید ۲ ماشے کھلا کر اوپر سے دودھ یا کسی موسمی پھل کا رس پلائیں اور چند روز تک مسلسل پلاتے رہیں۔ خسرہ کے بعد جسم پر پھوڑے پھنسیاں نکل آئیں یا کسی مقام پر ورم یا سرخ نشانات باقی رہ جائیں تو بھی صافی ۳ ماشے پانی میں حل کر کے کچھ دن تک پلاتے رہیں۔ بچہ بہت چھوٹی عمر کا ہو تو صرف ۱ ماشے صافی پلائیں۔ شام کو نونہال آدھا چمچہ چٹائیں۔ خسرہ کے بعد دست آنے لگیں یا پیٹ پھولنے لگے اور بچہ دُبلا ہو جائے، پیٹ غیر معمولی طور پر بڑھ جائے تو صبح کو صدوری آدھا چمچہ دُودھ میں ڈال کر اور شام کو نونہال آدھا چمچہ چائے یا دودھ میں ملا کر دیں۔ کھانسی رہ جائے تو سعالین کی آدھی ٹکیہ پانی یا دودھ میں گھول کر دن میں چند بار دیں۔

صافی اور چیچک:- چیچک کے آثار نمایاں ہوتے ہی خمیرہ مروارید ۲ ماشہ کھلا کر اوپر سے صافی ۳ ماشے ذرا سے پانی میں ملا کر پلائیں۔ چیچک ڈھل جانے تک برابر یہی دوا دیتے رہیں۔ دانے کم نکلیں اور خراب عوارض پیدا ہونے لگیں تو حب میفو دیہ رحسنرہ ایک عدد عرق تنفو دیہ ۲ تولے میں گھس کر بار بار دیں۔ زخم باقی رہ جائیں تو انھیں نیم کے پانی سے دھو کر مرہم لگاتے رہیں اور صافی ۳ ماشے پانی میں ملا کر زخم بھرنے تک پلاتے رہیں۔

صافی اور حلق کا درد:- شروع موسم بہار میں اکثر حلق میں درد ہونے لگتا ہے کبھی بخار بھی ہو جاتا ہے۔ اگر صرف حلق میں درد ہو بخار نہ ہو تو صافی ایک ایک تولہ ذرا سے پانی میں گھول کر صبح و شام پلائیں۔ اگر طبیعت بھاری بھاری ہو تو تیسرے دن صافی کی مقدار دگنی کر دیا کریں۔ حلق کے اندر پھریری سے دولنے گلو دن میں دو بار لگائیں۔ صبح کو نہار منہ دوا ء ۶ ۶ ۶ ۲ تولے کو پانی میں جوش دیکر اور صاف کر کے غرارے کر لیا کریں۔ کھانسی بھی ہو تو سعالین کی ایک ایک ٹکیہ منہ میں ڈال کر چوستے رہیں۔ بخار کی صورت میں صافی ایک تولہ ذرا سے پانی میں گھولیں اور خاکسی ۲ ماشے پھانک کر پئیں۔

صافی اور خارش:- کھجلی دو قسم کی ہوتی ہے خشک و تر۔ اگر خارش خشک ہو بدن پر پھنسیاں نہ ہوں اور مرض پرانا نہ ہو تو صرف صافی ایک ایک تولہ صبح و شام حسب معمول پندرہ دن تک استعمال کرنے سے دُور جاتی ہے۔ مرض پرانا ہو تو اس صورت میں سفوف چوب چینی ۳ ماشے پھانک کر اوپر سے صافی ایک تولہ پانی میں ملا کر صبح کو پی لیا کریں۔ شام کو معجون مصفی خاص ۶ ماشے کھا کر اوپر سے صافی ایک تولہ کسی پھل کے رس میں ملا کر نوش کر لیا کریں۔ ایک ہفتہ تک مسلسل یہی دوا استعمال کرتے رہیں آٹھویں دن صافی کی مقدار بڑھا کر مسہل لیں۔ دو تین دست آ کر مرض میں نمایاں تخفیف ہو جائیگی بدن پر روغن صندل ایک تولہ دھی نمی کے اتنے تیل میں ملا کر ملیں۔ خارش تر ہو اور پرانی نہ ہو بدن پر پھنسیاں نکل آئیں تو صرف صافی حسب معمول استعمال کیجیے یا صرف صافی آدھ پانی ۵ تولے کنڈل سیال ۱۰ قطرے ملا کر پئیں۔ خارجی طور پر ایک تولہ ضماد جرب ۵ تولے گھی میں ملا کر صبح کی دھوپ میں بیٹھ کر ملیں۔ آدھ گھنٹے کے بعد چنے کی بھوسی جسم پر مل کر غسل کر لیں۔ اسی طرح تین دن تک کریں۔ غذا میں سبز ترکاری۔ دال کھائیں نمک مرچ اور کھٹائی کم کر دیں۔ ترشی اور تیل سے پرہیز کریں۔

صافی اور پھوڑے پھنسیاں:- پھوڑے اور پھنسیاں خواہ کسی قسم کی ہوں صافی کا حسب معمول صبح و شام استعمال ان کا قلع قمع کر دیتا ہے سات دن تک دونوں وقت یہی دوا پی کر ساتویں دن رات کو قرص ملین ۲ عدد کھا کر سو رہیں صبح کو صافی ۲ تولے ذرا گرم پانی میں ڈال کر پی لیں۔ آسانی سے ممکن ہو تو اسی طرح ایک دن چھوڑ کر تین دن مسہل لیں۔ اگر کسی پھوڑے میں درد زیادہ ہو اور پیپ پڑنے کے آثار پائے جائیں تو اس پر نیم کے پتے ۵ تولے کو پانی میں پکا کر اس کا بھرتہ بنا کر باندھیں۔ یا السی کی پلٹس لگائیں پیپ نکل جانے کے بعد مرہم لگا کر پٹی باندھ دیا کریں۔

صافی اور ماشرا:- ماشرا حقیقت میں چہرے کا سُرخ بادہ ہے۔ اکثر موسم بہار میں چہرے پر ورم آ جاتا ہے۔ جدید تحقیق یہ ہے سُرخ بادہ ایک قسم کے کیڑے کی وجہ سے ہوتا ہے جسے اسٹرپٹو کاکس پایو جے نس (Streptococcus pyogenes) کہتے ہیں۔ اگرچہ سُرخ بادہ کو خزاں اور سردی کا مرض سمجھا گیا ہے مگر چہرے کا ورم جسے ماشرا کہتے ہیں موسم بہار میں اکثر ہوتا ہے۔ اگر چہرے پر سُرخ دھبے نظر آئیں یا ورم معلوم ہو تو صافی کا باقاعدہ صبح و شام استعمال کرنا چاہیے۔ تیسرے دن صافی سے ہی مسہل لیں۔ لیپ کی ضرورت ہو تو صرف رسوت ایک تولہ مہندی کے پتے ۲ تولے ہری مکو کے پانی یا صرف تازہ پانی میں پیس کر لگائیں۔ بخار ہو جائے تو کوئی خوف نہ کریں یہی دوا دیتے رہیں۔

صافی اور کلسوئے:- کلسوے جس کو کن پھیڑ بھی کہتے ہیں سخت متعدی مرض ہے جو خزاں یا بہار کے موسم میں ایک قسم کا کیڑا سرایت کر جانے سے وباء پھیل جاتا ہے اس مرض میں کان کی جڑ ورما جاتی ہے بخار بھی آ جاتا ہے۔ یہ بیماری بچوں اور جوانوں کو زیادہ ہوا کرتی ہے

اس مرض کے پھیلتے ہی تن درست بچّوں اور نوجوانوں کو روزانہ صبح کے وقت ایک تولہ صافی پانی میں ملاکر پلائیں۔ بچّوں کو صافی ۳ ماشے کی مقدار میں دیں۔ مقامی طور پر ورم کی جگہ ھمدرد مرھم ملیں۔

صافی اور خناق:۔ خناق بھی چھوت دار بیماری ہے اور بچّوں کو زیادہ ہوا کرتی ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ گرمی بڑھنے سے پہلے ہی حفظِ ماتقدم کی غرض سے صافی ایک تولہ پانی یا کسی مناسب عرق میں ملاکر پلائیں۔ مرض لاحق ہو جائے پر صبح کو معجون عشبہ ۳ ماشے یا اطریفل شاہترہ ۳ ماشے کھلاکر اوپر سے صافی ۲ ماشے نیم گرم پانی یا چائے میں ملاکر پلائیں۔ حلق میں درد ہو تو دوائے غرغرہ ایک تولہ پانی میں جوش دیکر نیم گرم پانی سے غرارے کرائیں مقامی طور پر ہمدرد مرہم لگائیں۔ چوتھے پانچویں دن صافی ۲ تولہ نیم گرم پانی میں ڈالکر پلائیں۔ اس سے دو تین اجابتیں ہو کر مرض گھٹ جائے گا۔

صافی اور نکسیر:۔ بہار اور گرمی کے موسم میں اکثر نکسیر پھوٹنے لگتی ہے۔ نکسیر پھوٹتے ہی صافی ایک تولہ صبح و شام چند دن تک استعمال کرنی چاہیے۔ سر پر گلاب کا تیل ملیں اور یہی تیل ناک میں ٹپکائیں۔

صافی اور مُہاسے:۔ مہاسوں سے چہرہ بدنما ہو جاتا ہے۔ اس مرض کے پیدا کرنے میں خون کی خرابی کو کافی دخل ہے۔ صافی مُہاسوں کے بے حد مفید ثابت ہوتی ہے۔ روزانہ صبح کو صافی ایک تولہ پانی یا دُودھ میں ملاکر پی لینا کافی ہے۔ کبھی کبھی صافی کی مقدار بڑھاکر مسہل بھی لے لیا کریں۔ عورتوں کو یہ شکایت ہو تو ایام کی خرابیوں کو دُور کرنے کی غرض سے اوپر کے نسخے کے علاوہ رات کو سوتے وقت مستورین کا ایک چمچہ بھی دُودھ میں گھول کر پی لیا کریں۔ چہرے پر ضماد مہاسہ یا غازہ حُسن افزا (رجسٹرڈ) رات کو سوتے وقت پانی میں گھول کر مل لینا چاہیے۔

صافی اور پِتّی:۔ پتی میں صافی ایک تولہ پانی یا دُودھ میں ملاکر صبح و شام چند دن تک پییں۔ بیرونی طور پر سرکہ ایک تولہ روغن گل ایک تولہ ملاکر بدن پر ملیں۔

صافی اور انبوریاں:۔ انبوریوں کو دھوپ بھی کہتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے باریک دانے ہوتے ہیں جو جسم پر نکل آتے ہیں۔ یہ بیماری پسینے کی گلٹیوں میں جلد کے بالائی طبق کے نیچے پسینہ رک جانے سے ہوا کرتی ہے۔ صافی پسینے کی گلٹیوں میں تحریک پیدا کرکے ان کو سرگرم عمل بنا دیتی ہے۔ اس لیے صافی کے استعمال سے بہت جلد انبوریاں مٹ جاتی ہیں۔ صافی ایک تولہ ذرا سے پانی میں گھول کر پلائیں جسم پر دانے بہت زیادہ ہوں تو شام کو بھی صافی ایک تولہ کسی پھل کے رس میں ملاکر پییں۔

صافی اور داد:۔ داد بڑی چھوت دار بیماری ہے۔ جدید تحقیقات سے اس کا سبب ایک نباتی کیڑا ثابت ہوا ہے۔ داد میں صافی بہت سریع الاثر ہے۔ ایک تولہ صافی پانی میں ملاکر پلائیں۔ داد پر روغن گندم یا روغن توبا یا ضماد داد لگائیں۔

صافی اور چنبل:۔ چنبل جسے انگریزی میں سورآیسس (Psoriasis) کہتے ہیں، نہایت تکلیف دہ اور ہٹیلا مرض ہے اس میں جلد پر چھوٹے چھوٹے گلابی رنگ کے متفرق اُبھار پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن میں چھوٹے چھوٹے چھلکوں کی تہ ہوتی ہے جو نوچنے سے اُتر جاتے ہیں۔ یہ اُبھار یا داغ رفتہ رفتہ بڑھتے رہتے ہیں اور ان میں حارش ہوا کرتی ہے۔ کبھی بہت سے داغ مل کر ایک جال سا بنا دیتے ہیں۔ صافی چنبل کے لیے بالکل شفا بخش دوا ہے۔ حبِ لیموں ۲ عدد یا اطریفل شاہترہ ۹ ماشے کھاکر صافی ایک تولہ پانی میں ملاکر پییں۔ مقامی طور پر ضماد خارشش جدید یا ہمدرد مرہم لگائیں۔

صافی اور طاعون:۔ اگرچہ ہندستان میں طاعون کی بیماری مختلف موسموں میں پھیلا کرتی ہے لیکن صوبہ بمبئی اور دکن وغیرہ میں مارچ کے مہینے میں اس کے پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ غدوی طاعون میں بغل، کنج ران وغیرہ کے غدد جاذبہ ورما جاتے ہیں۔ صافی طاعون غددی اور طاعون فلغمونی میں بہت مفید ہوتی ہے۔ مرض کے حملے سے پہلے جب طاعون کسی مقام پر پھیل رہا ہو روزانہ صبح کو حبِ طاعون عنبری دو عدد کھاکر اوپر سے صافی ایک تولہ ذرا سے پانی میں ڈال کر پی لیا کریں۔ اگر مرض کا حملہ ہو جائے تو صبح کو حبِ طاعون عنبری ۲ عدد صافی ایک تولہ پانی میں ملاکر پییں۔ شام کو خمیرہ صندل سادہ نو ماشے کھاکر اوپر سے صافی ایک تولہ پانی یا عرق بیدمشک ۵ تولے میں ملاکر پلائیں۔ ہذیان اور بخار کی زیادتی میں بار بار خمیرہ صندل ۳ ماشے عرق بیدمشک کے ساتھ دیتے رہیں۔ بغل، کنج ران یا کان کے پیچھے ورم نمودار ہونے پر ضماد طاعون پیس کر نیم گرم لگائیں یا قلزم یا ہمدرد مرہم بار بار لگاتے رہیں۔ مرض کے بعد کی کمزوری میں دواء المسک بارد جواہر والی ۳ ماشے یا دواء المسک بارد سادہ ۳ ماشے اور خمیرہ زمرّد ۳ ماشے ملاکر کسی تازہ پھل کے رس کے ساتھ دیں۔

گرمی دانے:۔ جن بچّوں یا بڑوں کو گرمی یا برسات کے موسموں میں گرمی دانے نکل کر تکلیف دیتے ہوں انھیں بطور حفظِ ماتقدم صافی کا استعمال بہار کے موسم میں کر لینا چاہیے۔ معمولی حالات میں صافی ایک خوراک ہر روز صبح بیس پچیس دن

تک پی لینا کافی ہوتی ہے۔ اگر زیادہ احتیاط مدِ نظر ہو تو دونوں وقت بھی صافی استعمال کی جا سکتی ہے۔ برسات کے دنوں میں گرمی دانوں کی تکلیف کی موجودگی میں صافی کا استعمال روزانہ صبح و شام دونوں وقت دس پندرہ دن تک کر لینا چاہیے۔ بچوں کو عمر کی مناسبت سے ¼ سے ½ خوراک تک صافی دینی چاہیے۔ ہمدرد پاؤڈر دن میں ایک دو مرتبہ مل لینا چاہیے۔

پیشاب کی جلن:- جن عورتوں و مردوں کو پیشاب تنگ کر آتا ہو انھیں صافی ایک تولہ دودھ یا دودھ کی لسّی میں ملا کر چند روز پی لینے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اگر تکلیف زیادہ ہو تو دونوں وقت صافی استعمال کرنی چاہیے۔

دائمی قبض:- دائمی قبض کے مریضوں کو صافی ایک تولہ رات کو سوتے وقت دودھ کے ساتھ پی لینا کافی ہے۔ اس مرض سے نجات حاصل کرنے کے لیے دس بارہ دن مسلسل استعمال کریں۔ پھر ایک ایک دن وقفہ دے کر استعمال کریں۔ اس طرح آہستہ آہستہ خوراک کم کر کے دوا چھوڑ دیں۔ حاملہ کے قبض کو دور کرنے کے لیے صافی بلا تکلف دینی چاہیے۔ یہ دوا حاملہ کے قبض کو نہ صرف دور کر دیتی ہے بلکہ اس کی طبیعت کی بے چینی اور متلی کی شکایت کو بھی بڑی حد تک ختم کر دیتی ہے۔

طبیعت گری گری رہنا:- موسموں کے بدلنے کے دنوں میں جن صاحبان کی طبیعت گری گری رہتی ہو انھیں صافی کی ایک خوراک صبح نہار منہ دس بارہ دن تک استعمال کرنی چاہیے۔ اس سے ایک دو دن میں ہی طبیعت سنبھلنی شروع ہو جائے گی۔

پہاڑوں پر جانے والے:- میدانوں کے رہنے والے جب گرمی کا موسم گزارنے کے لیے سرد مقامات پر جاتے ہیں تو کبھی کبھی ان کو پھوڑے پھنسیوں اور کھجلی وغیرہ کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے بچے خاص طور پر اس تبدیلی سے متاثر ہوتے ہیں۔ ان تکلیفوں سے بچنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ پہاڑوں پر جانے سے پہلے پندرہ بیس دن تک صافی کی ایک خوراک صبح نہار منہ دودھ میں ملا کر استعمال کر لی جائے۔ بچوں کو عمر کی مناسبت سے آدھی یا اس سے کم خوراک دی جاتی ہے۔ پہاڑوں پر جو صاحبان جلدی شکایتوں میں مبتلا ہوں انھیں صافی صبح و شام استعمال کرنی چاہیے +

دواؤں کی قیمتیں

جن دواؤں کا ذکر ان مضمونوں میں ہوا ہے ان کی قیمتیں ناظرین کی سہولت کے لیے اس فہرست میں لکھی جاتی ہیں۔

نام ادویہ	مقدار	قیمت	نام ادویہ	مقدار	قیمت
اطریفل شاہترہ	۱ تولہ	۱۰/	سفوف چوب گر والا	۱ تولہ	۱/
حب یعقوبیہ (رجسٹرڈ)	۱ درجن	۶/	صافی (رجسٹرڈ)	۱ شیشی	عہ/
حب طاعون عنبری	۱ ٭	۴/	صدوری (۱۰ خوراک)	۱ ٭	عہ/
حب لیموں	۴۰ گولی	۱۰/	ضماد جرب	۱ تولہ	۱/
خاکسی	۱ پیکٹ	۔/	ضماد حارس حدید	۱ ٭	۲/
خمیرہ ابریشم شیرہ عناب والا	۱ تولہ	۸/	ضماد داد	۱ ٭	۱/
خمیرہ مرّد	۱ ٭	۸/	ضماد طاعون	۱ ٭	۲/
خمیرہ صندل سادہ	۱ تولہ	۱۰/	ضماد مہاسہ	۱ تولہ	۱/
خمیرہ گاؤزبان عنبری	۱ ٭	۲/	عرق سید مشک مسم تول	۱ بوتل	ع/
خمیرہ مروارید	۱ ٭	۳/	عرق تبعودیہ (رجسٹرڈ)	۱ ٭	ع/
دواء المسک بارد سادہ	۱ ٭	۲/	غازہ حسن افزا	۱ ڈبہ	۱۲/
دواء المسک بارد جواہر والی	۱ ٭	۸/	قرص ملین	۱ درجن	۴/
دوائے غرغرہ	۱ ٭	۱/	قلزم	۱ شیشی	عہ/
دوائے گلو	۱ ٭	۲/	گلاب کا تیل	۱ تولہ	۱/
دسوت	۱ ٭	۔/	گندک سیال	۱ ٭	عہ/
روغن قوبا	۱ ٭	۸/	مستورین (رجسٹرڈ)	۱ شیشی	عہ/
روغن گل	۱ ٭	۱۰/	معجون مصفی خاص	۱ تولہ	۲/
روغن گندم	۱ ٭	۸/	نونہال (رجسٹرڈ)	۱ شیشی	۸/
روغن صندل	۱ ٭	۱۲/	ہمدرد مرہم (رجسٹرڈ)	۱ ڈبہ	۱۲/
سعالین (رجسٹرڈ)	۱ شیشی	۸/	ہمدرد پاؤڈر	۱ پیکٹ	۴/

ہمدرد مرہم
رجسٹرڈ

بیسویں صدی کی ایک بہترین طبّی ایجاد

دن رات، صبح و شام غرض ہر وقت کائنات میں ناگہانی حادثوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، کوئی لمحہ اور کوئی پل ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی حادثہ رونما نہ ہوجاتا ہو۔ ا... ہمارے دنیا کو ایک مستقل مسلسل اور متواتر حادثہ کہہ دینا بے جا نہیں ہے جس طرح زندگی صحیح معنے میں ایک دل چسپ الم اور روح نواز درد کا نام ہے اسی طرح دنیا حوادث کا حسین مجموعہ ہے۔ نہ زندگی میں درد و الم سے نجات مل سکتی ہے نہ دنیا میں رہ کر آدمی حوادث سے محفوظ رہ سکتا ہے لیکن ضرورت اور ایجاد میں ہمیشہ سے عجیب قسم کا باہمی ربط رہا ہے۔ بھوک کے ساتھ غذا، پیاس کے ساتھ پانی، گرمی کے ساتھ سردی اور رنج کے ساتھ خوشی کی پیدائش اسی پیچیدہ فلسفہ کی ایک کڑی ہے۔ قدرت نے ہر درد کے لیے دوا اور ہر اضطراب کے لیے سکون کی تخلیق کردی ہے اور اس قدرتی قانون میں زندگی کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت ودیعت کردی ہے۔ اسی لیے جب کوئی ضرورت پیدا ہوتی ہے قوتِ ایجاد کے معجزے منظرِ عام پر آنے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ضروریات اور ایجادات ایک دوسرے کے دوش بدوش چلتی رہتی ہیں چنانچہ مسلسل حوادث اور درد و الم کے لیے

ہمدرد مرہم

عالم وجود میں آگیا۔ جو دن رات پیش آنے والے حوادث کے لیے بیسویں صدی کی بہترین طبّی ایجاد ہے جس کی موجودگی میں انسان ہر حادثہ کا پوری مردانگی، ثبات عزم اور قوت برداشت کے ساتھ مقابلہ کرسکتا ہے۔ جب حوادث کا سلسلہ لامتناہی ہو گیا اور دنیا کی ہر کروٹ کرب انگیز اور جانگزا بن گئی تو دہلی کے چند ایسے دماغوں کو جو ہمہ وقت ضروریات عالم کا جائزہ لے کر ایجاد کی روشنی پھیلانے میں مصروف رہتے ہیں قدرت نے اپنی جلوہ گاہ بنایا، اور

حکمت و مسیحائی

ہمدرد مرہم کی شکل میں درد و الم، اور کرب و اضطراب کے لیے سکون و مسرت کا ایک ابدی پیام لے کر آگئی اور برسات کی گھنگھور گھٹاؤں کی طرح یہ مکمل ایجاد دیکھتے ہی دیکھتے ہندستان کے چپے چپے پر پھیل گئی عین اس وقت جب دنیا نے جنگ و جدال اور قتل و خوں ریزی کی شیطانی اور تخریبی قوتوں شکستِ فاش دے کر پریشان اور مغموم دلوں کو امن و مسرت کا پرکیف نغمہ سنایا، بالکل اسی وقت ہندستان کے ایک بڑے دماغ نے ضرورت اور ایجاد کے گہرے فلسفے پر سوچتے سوچتے ایک ایسے خوش گوار نتیجے تک رسائی حاصل کرلی جو حوادث عالم کو روکنے اور انھیں بے اثر بنانے میں سنگ میل کا حکم رکھتا ہے۔ بیماروں اور دردمندوں کے لیے اسی کا بازاثر،

سحر و اعجاز

کا درجہ رکھتا ہے طبی دنیا کی وہ شخصیت جن کے مسلسل غور و فکر اور کاوش و جستجو نے ہمدرد مرہم کی تازہ پیش کش کی ہے حکیم مولوی حاجی محمد عبدالحمید صاحب ہیں۔ ہمدرد دواخانہ جو دنیا بھر میں طب قدیم کا سب سے بڑا مقبول اور مایۂ ناز ادارہ ہے ہر سال کوئی نہ کوئی

علمی اور سائنٹی فک ایجاد

ملک کے سامنے پیش کیا کرتا ہے۔ اب کی مرتبہ اس نے اپنی سابقہ روایات سے بہت بلند ہو کر ہمدرد مرہم کو منظرِ عام پر رکھا ہے اور اس طرح حادثوں کی طوفانی رو کے سامنے ایک آہنی دیوار کھڑی کردی ہے۔ ہمدرد مرہم کی ڈبیہ

صحت و سلامتی

اور سکون و مسرت کا نہایت عمیق سرچشمہ ہے۔ جسے ناگہانی

حوادث کے جاں سوز شعلے کبھی خشک نہیں کر سکتے - ہمدرد مرہم
ہر حادثہ کے وقت ایک مستند اور تجربہ کار

حکیم - ڈاکٹر

کا کام دیتا ہے - ریل ہو یا جہاز، موٹر ہو یا گاڑی جنگل ہو یا شہر دریا ہو یا فضائے ایتھر، ہمدرد مرہم ہر جگہ حوادث کی درندگیوں کا مقابلہ کر کے زندگی اور موت کے درمیان ایسی کش مکش ڈال دیتا ہے جو بہر کیف ایک حیات تازہ پر ختم ہوتی ہے - ہمدرد مرہم کی ایجاد بالکل علمی اور فنی اصول پر ہوئی ہے - اس کی تخلیق میں جدید اور قدیم سائنس باہم دست و گریبان رہی ہیں اور انسانی ذوق تجسس نے اگر ایک طرف ہمالہ پہاڑ کی ٹھنڈی اور برف پوش چوٹیوں کا جائزہ لیا ہے تو دوسری طرف کشمیر اور سوئیٹزرلینڈ کی گل پوش اور جنت بدوش وادیوں کے قدرتی خزانوں سے بھی فائدہ اٹھایا ہے - سمندروں کی تہ تک تلاش و جستجو کی نگاہیں پہنچی ہیں - بہر حال جس جگہ کوئی ایسی بوٹی یا معدنی دوا دستیاب ہو سکتی ہے جو مرہم کی شکل میں آکر درد، زخم، خراش اور جلد کی بے شمار بیماریوں، نیز زہریلے جانوروں کے زہر اور مختلف امراض کے جراثیم کا مقابلہ کر سکے وہاں تک تحقیقات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا ہے - بالآخر مدتوں کی علمی کاوشوں کے بعد ہمدرد مرہم کو سینکڑوں حادثوں اور بیماریوں کے لیے ایک بے نظیر

تریاق

بنا کر پیش کیا گیا ہے - اس مرہم کی ایک ڈبیہ سے ہر حادثے کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے - خاص بات یہ ہے کہ ایسی اہم ایجاد میں علمی و فنی نقطہ نظر کے ساتھ ساتھ مذہبی احتیاط بھی ملحوظ رکھی گئی ہے اور اس میں کسی قسم کی

چربی یا حیوانی دوا

شامل نہیں کی گئی - اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر مذہب اور قوم کے افراد ہمدرد مرہم کو بلا تکلف استعمال کر سکتے ہیں - ہمدرد مرہم میں بوٹیوں کے تازہ رسوں، قدرتی تیلوں اور معدنی ادویہ کے علاوہ کوئی ایسی دوا جو کسی مذہب کے نزدیک قابل اعتراض ہو، نہیں ڈالی گئی -

حوادث اور ہمدرد مرہم

کو ترازو میں رکھ کر تولا جائے تو ہمدرد مرہم کا پلڑا جھک جائیگا

دنیا بھر کے حوادث اور ان کے خطرناک نتائج کو ایک طرف اور ہمدرد مرہم کو ایک طرف رکھ کر دیکھ لیا جائے، حوادث اپنی پوری ہیبتات کے ساتھ ترازو کے پلڑے میں روئی کے گالے کی طرح ہلکے پھلکے محسوس ہونگے اور ہمدرد مرہم اپنے فوائد اور شفا بخشی کے اعتبار سے سنگ گراں نظر آئے گا - بے شمار حوادث اور بیماریوں کا

ہمدرد مرہم کی سپر

سے کیوں کر مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب ذرا تفصیل کا طالب ہے - مختلف حوادث میں ہمدرد مرہم کیا اثر کرتا ہے اور اس کے استعمال کا طریقہ کیا ہے، ان امور کا جواب دینے کی غرض سے امراض و حوادث کا اجمالی تذکرہ بھی ضروری ہے - مگر یہ باور کر لینا چاہیے کہ ہمدرد مرہم

پہلی طبّی امداد

کے تمام نازک فرائض کو پورا کرنے کے لیے کافی ہے اس لیے کوئی حادثہ رونما ہونے سے پہلے اس کا جیب میں موجود رکھنا عین دانشمندی ہے - جس طرح کوئی غیر مسلح قوم دشمنی پر غالب نہیں آ سکتی، اسی طرح ہمدرد مرہم کی عدم موجودگی میں حوادث پر قابو نہیں پایا جا سکتا - اب دیکھیے ہمدرد مرہم مختلف حوادث اور بیماریوں پر کیا اثر کرتا ہے -

نزلہ و زکام ہمدرد مرہم شدید زکام کے جراثیم پر فوری اثر کرتا ہے اور ان جراثیم کو ہلاک کر کے ناک کی اندرونی جھلی کو سوزش اور ورم سے بچاتا ہے - وبائی نزلہ کو پھیلنے سے روکتا ہے - بہار اور خزاں کے موسم یا جاڑوں کے شروع میں جب سفر کے دوران میں یا قیام کی صورت میں طبیعت سست اور کسل مند ہو، چھینکیں آنے لگیں، ناک سے رطوبت بہنے لگے تو سمجھ لینا چاہیے کہ زکام اور نزلہ کے جراثیم اپنا کام کر رہے ہیں ایسی صورت میں فوراً ہمدرد مرہم کو ناک کے نتھنوں کے اندر اور حلق کے بیرونی جانب مل دینا چاہیے -

انفلوئنزا کے زمانہ میں صبح اٹھتے ہی اور رات کو سوتے وقت یہ عمل ضرور کر لینا چاہیے -

دردِ سر ٹھنڈی ہوائیں گھومنے یا سرد پانی سے غسل کرنے، تیز دھوپ، لُو، اور گرم ہوائیں پھرنے، آگ کے پاس بیٹھنے یا شور و غل کی وجہ سے اکثر نازک مزاج حضرات

کو درد سر عصبی یا درد سر سادہ کی شکایت ہو جاتی ہے جو نہایت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر ہمدرد مرہم بہت کارآمد ہے تھوڑا سا ہمدرد مرہم پیشانی اور کنپٹیوں پر مل کر خاموشی سے پلنگ یا آرام کرسی پر لیٹ جانا چاہیے۔ درد منٹوں میں آرام ہو جائے گا۔

شکار اور پکنک کے وقت جیب میں کارتوس، سگرٹ کیس اور پانوں کی ڈبیہ ڈالنے سے پہلے ہمدرد مرہم ضرور رکھ لینا چاہیے تاکہ واپسی کے وقت رنج وغم اور درد سر کی جگہ مسرت اور کھلی جگہ میں گھومنے کی دوسری برکات ساتھ ہوں

آدھا سیسی درد سر دموی نیز درد سر صفراوی میں ہمدرد مرہم کی مالش فوراً سکون پیدا کرتی ہے۔ درد سر خواہ کسی قسم کا ہو ہمدرد مرہم اسے ضرور رفع کر دیتا ہے۔

درد ابرو میں جب پیشانی ابرو، پپوٹے اور آنکھ کے ڈھیلے میں درد کی وجہ سے نشتر سے چبھ رہے ہوں اور مریض مارے درد کے چیخ رہا ہو، ہمدرد مرہم بازار کے ہر بام سے زیادہ کارآمد اور جادو اثر ثابت ہوتا ہے۔

ذات الریہ۔ نمونیا یعنے چھاتی کے درد اور اس کی تمام اقسام، پسلی کے درد (پلوریسی) پسلیوں کے عصبی درد، بچوں کے نمونیا ڈراے ٹک نمونیا میں ہمدرد مرہم کو چھاتی کمر اور شانوں پر ملنا چاہیے۔ اس کے ملتے ہی درد کی شدت کم ہو جاتی ہے نیز پھیپھڑے اور اس کی نالیوں کا ورم بڑھنے نہیں پاتا۔ ٹھنڈے اور مرطوب مقامات پر رہنے یا سفر کرنے کی وجہ سے نمونیا کے جراثیم کا حملہ ہو جائے اور سینہ میں درد یا چبھن معلوم ہو تو شدت اختیار کرنے سے پہلے ہی ہمدرد مرہم کی مالش کر کے اوپر سے روئی یا فلالین کا کپڑا لپیٹ لینا چاہیے۔ ہمدرد مرہم نمونیا کی جملہ اقسام میں نہ صرف پہلی امداد کرنے والوں کے لیے مفید ہوتا ہے بلکہ آج کل کے حکیم اور ڈاکٹر بھی اسے بے تکلف اور اعتماد کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ اکثر معالج السی یا رائی کی پلٹس باندھنے سے پہلے چھاتی پر ہمدرد مرہم کی مالش کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

جن کمزور بچوں کو بار بار پسلی چلنے کی شکایت ہو جاتی ہو ان کے سینہ پر جاڑوں کے موسم میں دن میں ایک مرتبہ ضرور ہمدرد مرہم ملنا چاہیے۔

ورم زائدہ۔ اپنڈی سائٹس یہ بڑی موذی بلکہ مہلک بیماری ہے اور تین قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) خفیف (۲) شدید (۳) منتشر۔ اس میں کانی آنت کے زائدہ پر ورم آجاتا ہے۔ خفیف ورم میں کانی آنت کے زائدہ کی اندرونی جھلی پھول جاتی ہے۔ شدید میں کانی آنت کا زائدہ گل جاتا ہے، منتشر میں آس پاس کے اعضا میں بھی ورم پھیل جاتا ہے جب ایکبارگی پیٹ میں درد ہونا شروع ہو جائے اور ناف کے اردگرد ایسا معلوم ہو کہ چھری سے کاٹا جا رہا ہے، جی متلائے اور قے آنے لگے تو سمجھ لینا چاہیے کہ کانی آنت کا وہ زائدہ جو کیچوے کی طرح تین انچ لمبا ہوتا ہے سوج گیا ہے ایسی صورت میں فوراً ہمدرد مرہم کو ہلکے ہاتھ سے مل کر روئی یا فلالین کا ٹکڑا سینک کر باندھ دیجیے اور بار بار یہی عمل کرتے رہیے ٹھیک وقت پر ایسا کرنے سے مریض خفیف حالت ہی میں اچھا ہو جاتا ہے اور ورم شدید یا منتشر تک نوبت نہیں پہنچتی۔ ہمدرد مرہم نہ صرف ورم زائدہ میں بلکہ اور آنتوں کے ورم مثلاً قولون اور کانی آنت کی سوجن میں بھی نہایت مفید ہے استعمال کا طریقہ سب جگہ یکساں ہے۔

ورم خصیہ (آرکائٹس) چوٹ لگنے یا مرض سوزاک کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے خصیہ پر ورم آجائے اور اس میں درد ہونے لگے تو ململ کے ایک چھوٹے سے گول ٹکڑے پر ہمدرد مرہم لگا کر باندھ دینا چاہیے۔ خصیہ کے بڑھنے میں بھی یہی عمل کرنا چاہیے۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس کا بڑھنا رک جائے گا۔

شدید ورم غدہ مذی (اکیوٹ پراسٹے ٹائٹس) یہ مرض بھی اکثر سوزاک ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس میں سیون اور مبرز کے درمیان بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ جلن اور درد کی شکایت ہوتی ہے۔ درد اتنا شدید ہوتا ہے کہ مریض رفع حاجت سے بھی مجبور ہو جاتا ہے۔ اس بیماری میں ہمدرد مرہم کا استعمال مقعد کے اندر کرنا چاہیے۔ مقعد میں انگلی ڈالنے سے غدہ مذی کا بڑھاؤ محسوس کیا جا سکتا ہے۔ بس وہی مقام ہمدرد مرہم کے استعمال کی صحیح جگہ ہے۔

بواسیر بواسیر اندرونی ہو یا بیرونی یا درمیانی، ہمدرد مرہم، اس کے لیے نہایت زود اثر تسکین دہ اور کامیاب دوا ہے۔ یورپ کی کوئی دوا اس سے بہتر نہیں ہو سکتی۔ خارش جلن اور درد کی شکایت اس کے لگاتے ہی دور ہو جاتی ہے اور مریض کو مسوں کے بڑھ جانے سے مبرز پر جو ایک بوجھ سا محسوس ہوتا رہتا ہے وہ بھی دو تین مرتبہ کے استعمال سے باقی نہیں رہتا۔ خون بند ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ مسے مرجھا

غائب ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ بیسیوں قسم کی دوسری دواؤں پر ہزاروں روپیہ برباد کرکے مایوس ہو چکے ہیں، انھیں ضرور ہمدرد مرہم کا تجربہ کرنا چاہیے۔ ناک کی بواسیر بھی جس میں ناک کے اندر مسہ پیدا ہو جاتا ہے ہمدرد مرہم کے متواتر استعمال سے دور ہو جاتی ہے۔

جوڑوں کا درد (روماٹیزم) حاد ہو یا مزمن دونوں میں ہمدرد مرہم کی مالش فوراً درد اور ورم میں سکون پیدا کرتی ہے پرانے گٹھیا میں جب جوڑوں کے اطراف کی ریشہ دار ساخت دبیز اور سخت ہو کر جوڑوں کی حرکت کم یا موقوف ہو جائے، ہمدرد مرہم مسلسل پندرہ بیس روز تک ماؤف جوڑوں پر ملنا چاہیے اوپر سے فلالین کا ٹکڑا یا روئی رکھ دینی چاہیے۔ تھوڑے ہی دنوں میں ورم دور ہو جاتا ہے اور جوڑوں کے اطراف کی ریشہ دار ساخت اصل حالت پر آجاتی ہے جوڑوں کے عضلات موٹے اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ ہمدرد مرہم ملنے کے بعد معمولی روئی کی جگہ جاذب روئی (ابسار بنٹ کاٹن) باندھی جائے تو بہت اچھا ہے

جوڑوں کا پتھرانا یہ بیماری گٹھیا کے مقابلہ میں زیادہ خراب اور سخت ہے۔ اس میں جوڑوں کی کریاں اور جھلیاں ضائع ہو جاتی ہیں اور کریوں کی جگہ ہڈیاں پیدا ہو جاتی ہیں جب کسی جوڑ میں سوجن اور درد ہو کر رفع ہو جائے اور پھر بار بار یہ صورت پیدا ہو تو ہمدرد مرہم کا استعمال شروع کر دینا چاہیے۔ تاکہ جوڑ محفوظ رہے۔ اگر حاملہ یا دودھ پلانے والی عورتیں اس مرض میں مبتلا ہو جائیں تو ہمدرد مرہم کی مالش ان کے جوڑوں کو سخت ہونے سے بچاتی ہے

نقرس (گاؤٹ) یہ بیماری حاد اور مزمن قسم کی ہوتی ہے۔ اس میں پاؤں ہاتھوں اور انگلیوں کے جوڑ سوج جاتے ہیں اور ان میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر پہلی قسم میں ہمدرد مرہم متواتر ماؤف جوڑوں پر ملا جاتا رہے تو مرض کے حملے رک جاتے ہیں اور بیماری مزمن صورت اختیار نہیں کرتی۔ اگر بدقسمتی سے اس کا موقع باقی نہ رہا ہو اور مزمن ہو چکا ہو تو روزانہ ہمدرد مرہم دو مرتبہ جوڑوں پر ملنا چاہیے تاکہ جوڑوں کا درد رفع ہو جائے اور وہ بے ڈول نہ ہونے پائیں۔

درد کمر (لمبے گو) اور لنگڑی کے درد (سیاٹیکا) میں بھی ہمدرد مرہم اپنا اعجاز دکھائے بغیر نہیں رہتا۔

ورم گردہ شدید سردی لگنے، بارش میں بھیگنے یا کسی اور وجہ سے دفعتہ گردے میں ورم ہو کر درد پیدا ہو جائے پیشاب بار بار آنے لگے تو فوراً درد کے مقام پر ہلکے ہاتھ سے ہمدرد مرہم کی مالش کرکے روئی رکھ دینی چاہیے اور جب تک معقول طبی امداد میسر نہ ہو یہی عمل جاری رکھنا چاہیے۔ تاکہ گردوں کی ساخت کا ورم آہستہ آہستہ اتر جائے اور درد بالکل باقی نہ رہے۔

خارش (پرورائیگو) جس وقت بدن میں چھوٹی چھوٹی پھنسیاں پیدا ہو کر ان میں کھجلی پیدا ہونے لگے اور مریض کھجاتے کھجاتے بدحواس ہو جائے تو ہمدرد مرہم کی سحر کاریوں پر پورا بھروسہ کرنا چاہیے۔ پھنسیوں پر نہایت آہستگی سے ہمدرد مرہم مل ڈالیے۔ چند بار کے ملنے سے پھنسیاں، خارش اور جلن رفع ہو جائے گی۔ عورتوں کو زمانہ حمل میں یا ماہواری کی خرابی سے خارش کی شکایت ہو جائے تو ہمدرد مرہم کا استعمال ضرور کرنا چاہیے۔ ہمدرد مرہم ہر مقام کی خارش کے لیے مفید ہے

چھوت دار کھجلی اس قسم کی کھجلی بڑی تیزی سے ایک مریض سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ اس میں بدن میں جلن پیدا ہو کر پھنسیاں اور چھالے نمایاں ہو جاتے ہیں۔ ہمدرد مرہم چھوت دار کھجلی کے باریک اور حیوانی کیڑے کو پہلی دوسری مرتبہ کے استعمال ہی سے ہلاک کر دیتا ہے تھوڑے ہی دنوں میں چھالوں اور پھنسیوں کو آرام ہو جاتا ہے اور ان میں پیپ یا رطوبت باقی نہیں رہتی۔ کیوں کہ ہمدرد مرہم پیپ پیدا کرنے والے کیڑوں کو بھی مار ڈالتا ہے۔

چھاجن۔ ایگزیما اس میں بہت چھوٹی چھوٹی شفاف اور گنجان پھنسیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں درد جلن اور سخت کھجلی ہوتی ہے اس کی بہت سی قسمیں ہیں، سادہ سرخی مائل، آبلہ دار، پیپ دار وغیرہ۔ ہمدرد مرہم ان تمام اقسام کا کامیاب علاج ہے۔ چھاجن کے مقام پر ہمدرد مرہم لگا کر اس پر صاف کپڑا اور ذرا سی روئی رکھ کر باندھ دینا چاہیے۔

بسہری یہ ناخن کی بیماری ہے ناخن میں سوزش اور سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ناخن کی جڑ اور اس کے آس پاس سوجن اور درد کی شکایت ہوتی ہے۔ ناخن کو دبانے سے پیپ نکلا کرتی ہے۔ یہ بہت ہی خراب بیماری ہے۔ جب اس کی ابتدائی علامات پیدا ہوں فوراً ہمدرد مرہم لگا کر باندھ دینا چاہیے۔ اگر ناخن نکل کر زخم پیدا ہو چکا ہو تو زخم کو باقاعدہ دھو کر ہمدرد مرہم کی پٹی لگانی چاہیے۔

داد جہاں داد ہوتا ہے پہلے وہاں چھوٹے چھوٹے

سرخی مائل نقطے پیدا ہوتے ہیں جو بعد کو گول چکروں میں بدل جاتے ہیں۔ پھر جلد سُرخ ہو کر ننھی ننھی لال رنگ کی پھنسیاں نکل آتی ہیں۔ یہ بیماری ایک خاص قسم کے نباتی کیڑے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ہمدرد مرہم اس قسم کے کیڑے مار کر داد کو بہت جلد اچھا کر دیتا ہے۔ دن میں چند بار داد پر ہمدرد مرہم لگا کر انگلی سے آہستہ آہستہ جذب کرنا چاہیے۔

چمبل شروع میں جلد پر کہیں کہیں چھوٹے گلابی رنگ کے ابھار پیدا ہو جاتے ہیں جن سے ذرا ذرا سے پرت نکلتے رہتے کھجلی بھی ہوتی ہے۔ ہمدرد مرہم چمبل کو بڑھنے سے روک دیتا ہے اور رفتہ رفتہ مرض کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

انکھوریاں یہ باجرہ کی برابر پھنسیاں ہوتی ہیں جن میں جلن یا سرخی نہیں ہوتی۔ ہمدرد مرہم کے لگانے سے پسینہ کی گلٹیوں اور جلد کے اوپری پرت سے رکا ہوا پسینہ نکل جاتا ہے اور انکھوریاں جلد مرجھا جاتی ہیں۔

گرمی دانے ان کو الائیاں بھی کہتے ہیں یہ چھوٹی چھوٹی موتیوں کے مانند پھنسیاں ہوتی جو جلد کے اوپری پرت میں پسینہ رُک جانے سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہمدرد مرہم کے استعمال سے جلد کے تمام طبقات پر نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے۔ یہ ان کے تمام فضلات اور سڑی ہوئی ناکارہ رطوبتوں کو نکال دیتا ہے اس لیے الائیوں کے علاوہ اور بھی سینکڑوں جلدی بیماریوں کے لیے ہمدرد مرہم بھروسے کی دوا ہے۔

نملہ اس مرض میں چھوٹی چھوٹی گول اور گنجان پھنسیاں نکل آتی ہیں جس مقام پر پھنسیاں نکلنے والی ہوتی ہیں، پہلے وہاں گرمی اور ٹیس ہوتی ہے۔ پھر وہ جگہ سُرخ ہو کر سوج جاتی ہے اور چھوٹی چھوٹی پھنسیاں نکل آتی ہیں۔ درحقیقت یہ ایک قسم کا داد ہے جس میں چھوت نہیں ہوتی۔ یہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ ہمدرد مرہم نملہ کی تینوں اقسام کے لیے بازار کے ہر مرہم پر فوقیت رکھتا ہے اور ہر گھر میں اس کو بار بار آزما کر دیکھ لیا ہے۔

مہاسے جوانی میں منہ پر مہاسے نکل آتے ہیں اور چہرے کو بدرونق بلکہ بھیانک بنا دیتے ہیں۔ بعض عورتیں تو اس مرض کے ہاتھوں تنگ آ جاتی ہیں، درحقیقت یہ مرض

حسن کا گھن

ہے جو عورتوں اور نوجوان مردوں کے چہروں کو بدنما کر دیتا ہے ہمدرد مرہم چکنائی پیدا کرنے والی گلٹیوں کی رطوبت جاری کر کے اس مصیبت سے نجات دلا دیتا ہے۔ صبح کو منہ دھو کر اور رات کو سوتے وقت ہلکے ہاتھ سے منہ پر ملنا چاہیے۔

ہاتھ پیروں اور ہونٹوں کا پھٹنا۔ جاڑوں کے زمانہ میں بچوں کے ہاتھ پیر دھول میں کھیلنے اور ٹھنڈی ہوا کے اثر سے پھٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہمدرد مرہم اس شکایت کا مکمل علاج ہے۔ بڑی عمر کے لوگ اور بچے سب اس کے فوائد سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

سوجن ورم کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ جدید تحقیقات کی رو سے یہ مختلف قسم کے کیڑوں سے پیدا ہوا کرتا ہے۔ خراش، چوٹ اور رگڑ وغیرہ سے بھی ورم ہو جایا کرتا ہے۔ ورم کی تین قسمیں ہیں:-

(۱) ورم حاد (اکیوٹ انفلامیشن)

(۲) ورم تحت الحاد (سب اکیوٹ انفلامیشن)

(۳) ورم مزمن (کرانک انفلامیشن)۔

شدید ورم میں مقام ماؤف سرخ اور متورم ہو جاتا ہے ہاتھ لگانے سے گرمی محسوس ہوتی ہے درد ہوتا ہے۔ ہمدرد مرہم تینوں قسموں کے ورموں میں اپنا اعجاز دکھاتا ہے۔ ہمدرد مرہم ورم پر لگا کر روئی رکھ کر پٹی باندھ دینی چاہیے۔ اگر صحیح وقت پر ہمدرد مرہم کا استعمال کر لیا جائے تو ورم میں پیپ پڑنے کے امکانات مفقود ہو جاتے ہیں۔ ہمدرد مرہم پیپ پیدا کرنے والے جراثیم کو بالکل فنا کر دیتا ہے۔

پھنسی جس وقت کسی جگہ جلن ہو کر سُرخ پھنسی نکل آئے جس میں کھجلی بھی ہو تو ایک پھائے پر ہمدرد مرہم لگا کر پھنسی پر رکھ دینا چاہیے اوپر سے روئی رکھ کر پٹی باندھ دینی چاہیے اگر پھنسی میں پیپ پڑ جائے تو نیم کے پانی سے دھو کر ہمدرد مرہم سے ڈریسنگ کر دینی چاہیے۔ پھنسی میں کوئی غار یا خلا ہو جائے تو ہمدرد مرہم کی بتی ضرور رکھنی چاہیے۔

شب چراغ (کاربنکل) یہ جلد اور اسی کے نیچے کی ساخت میں پھیلنے والی سوزش ہے جسے بڑا دنبل ہی کہنا چاہیے۔ مقام ماؤف کی جلد نہایت سرخ دردناک اور متورم ہوتی ہے۔ ورم بڑھتا جاتا ہے اور اس کا رنگ سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ پھر ایک آبلہ سا پیدا ہو کر پھٹ جاتا ہے اور اس کے نیچے متعدد سوراخ دکھائی دینے لگتے ہیں، پتلی پیپ نکلتی ہے، دبانے سے گاڑھی لیس دار رطوبت نکلتی ہے۔ زخم بڑھتا جاتا ہے اور مقام ماؤف پر لستے

سوراخ ہو جاتے ہیں کہ وہ جگہ چھلنی ہو جاتی ہے۔ پہلے زخم کو نیم کے پانی یا کسی اور دافع تعفن اور قاتل جراثیم دوا سے دھو کر ہمدرد مرہم کا پھایہ لگا دینا چاہیے۔ اوپر سے روئی رکھ کر صاف ململ کی پٹی باندھنا بھی ضروری ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں دو مرتبہ اسی طرح ڈریسنگ کی جائے تو بہت جلد آرام ہو جاتا ہے۔

پھوڑا کسی عضو کی ساخت میں پیپ جمع ہو جانے کو پھوڑا کہتے ہیں۔ پھوڑے کی چھ قسمیں ہوتی ہیں۔ ابتدا میں عام طور پر مقام ماؤف گرم اور سرخ ہو جاتا ہے۔ درد اور ورم کی شکایت بھی ہوتی ہے۔ پھوڑے کو پہلے پلٹس باندھ کر یا شگاف دے کر پھوڑنا چاہیے۔ پھر ہمدرد مرہم سے ڈریسنگ کرنی چاہیے۔

زخم زخم مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ ہمدرد مرہم کا استعمال ہر قسم کے زخم حتیٰ کہ آتشک کے زخم کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔ آتشک کے زخموں پر ہمدرد مرہم لگانے سے فوراً ٹھنڈک پڑ جاتی ہے اور آہستہ آہستہ زخم بھر جاتے ہیں۔

سست زخم، دردناک زخم، متورم زخم، سڑن دار زخم کو بھی ہمدرد مرہم بہت جلد اچھا کر دیتا ہے۔ جس زخم پر بھی ہمدرد مرہم لگایا جائے پہلے اسے نیم کے پانی سے دھو لینا ضروری ہے۔ پھر عمدہ صاف کپڑے پر مرہم لگا کر زخم پر رکھ دینا چاہیے اوپر روئی رکھ کر پٹی باندھ دینی چاہیے۔ روئی بہت عمدہ اور صاف ہونی چاہیے۔ ضرورت ہو تو روئی کو پہلے پانی میں ڈال کر خوب ابال لینا چاہیے۔

اورنگ زیبی زخم جسے دہلوی، لاہوری اور سرحدی زخم بھی کہتے ہیں اور جس میں مچھر کے کاٹنے کا سا نشان ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ سرخی جلن اور درد پیدا ہو کر دو تین ہفتہ میں زخم ہو جاتا ہے۔ زخم کے اوپر سرخ اور اونچے اونچے انگور نظر آتے ہیں۔ ان انگوروں پر جلد کھرنڈ آجاتا ہے۔ مواد جاری رہتا ہے۔ اس قسم کے زخم میں چھلکا اتر کر پھر پیدا ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ قائم رہتا ہے لیکن ہمدرد مرہم کے باقاعدہ استعمال سے اورنگ زیبی زخم کو بہت جلد آرام ہو جاتا ہے۔

زخم بستری جب مریض عرصہ تک بستر پر پڑا رہے اور اس کی کمر یا کولہوں وغیرہ پر زخم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو فوراً ہمدرد مرہم مل دینا چاہیے۔ اگر زخم پیدا ہو چکے ہوں تو عام زخموں کی طرح ان پر ہمدرد مرہم لگانا چاہیے۔

تلوار، چھری اور چاقو کا زخم بھی ہمدرد مرہم لگانے سے بہت جلد بھر جاتا ہے اس کے علاوہ اور جتنے زخم ہیں سب کے لیے ہمدرد مرہم کارآمد اور بازار کے ہر مرہم سے بہتر ہے۔

ناصور اگر دنبل کا جوف کسی وجہ سے نہ بھرے تو وہ سکڑ کر تنگ نلی کی طرح ہو جاتا ہے اور اس سے تھوڑا بہت مواد رستا رہتا ہے۔ ہمدرد مرہم کو کسی نہ کسی طرح تنگ نالی تک پہنچنے کا موقع مل جائے پھر وہ ناصور کو اچھا کر کے ہی چھوڑتا ہے۔ ممکن ہو تو کپڑے کی بتی میں لگا کر ہمدرد مرہم کو تنگ نالی تک پہنچانا چاہیے۔ سوراخ بہت ہی تنگ ہو تو زیتون یا کمیلہ کے تیل میں ہمدرد مرہم کو گھول کر بار بار سوراخ میں ٹپکانا چاہیے۔

چوٹ لگنا:— مکا یا لکڑی لگنے، کواڑ یا ریل کی کھڑکی میں ہاتھ یا انگلی دب جانے اور کچل جانے سے یا ٹانگ پر گاڑی کا پہیہ پھر جانے کسی قسم کی چوٹ لگ جائے یا وہ عضو کچل جائے تو بہت جلد ہمدرد مرہم لگا کر اوپر سے برف یا ٹھنڈے پانی میں بھیگا ہوا کپڑا باندھ لینا چاہیے۔ چوٹ لگنے اور کچلے جانے یا دب جانے میں ہمدرد مرہم فوراً درد کو کم کر کے سکون بخشتا ہے، سفر پر روانہ ہوتے اور

ریل میں بیٹھتے وقت

اپنے سامان میں ہمدرد مرہم کی ڈبیہ ضرور دیکھ لینی چاہیے جو طبی امداد بہم نہ پہنچنے پر بہترین معاون ثابت ہوتی ہے۔

رگڑ لگنا چھلے ہوئے مقام پر نہایت شدید درد ہوتا ہے جب کوئی جگہ چھل جائے تو اس کو احتیاط سے صاف کر کے ہمدرد مرہم کا پھایہ رکھ دینا چاہیے۔

موچ آجانا جس جوڑ میں موچ آتی ہے وہ سوج جاتا ہے اور جوڑ میں درد ہوتا ہے، حرکت نہیں دی جا سکتی، چلتے پھرتے یا

شکار کھیلتے وقت

ناہموار مقامات اور پہاڑوں میں گھومتے وقت پیر یا کسی اور جوڑ میں موچ آجائے اور ہمدرد مرہم کی ڈبیہ جیب میں ہو تو فوراً ہمدرد مرہم مل کر رومال یا کسی اور کپڑے کی

پٹی لپیٹ دینی چاہیے۔ کچھ نہ ہو تو ہمدرد مرہم مل کر جوڑ کو یوں ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ بدقسمتی سے ہمدرد مرہم پاس نہ ہو تو جو تا وغیرہ نہ اتاریں اور ہمدرد مرہم حاصل ہونے تک عضو کو آرام سے رکھیں۔ ٹھنڈے پانی سے بھگوئیں جب ہمدرد مرہم مل جائے تو اسے لگانے میں دیر نہ کریں۔

آگ سے جلنا جلتے ہی ہمدرد مرہم لگا دیا جائے تو آبلہ نہیں پڑتا اور جلن رفع ہو جاتی ہے۔ اگر جلد کا بالائی اور گہرا طبق جل گیا ہو تو ہمدرد مرہم کو کئی دن تک استعمال کرنا چاہیے تاکہ جلے ہوئے مقام پر نشان باقی نہ رہے اور جلد سکڑنے نہ پائے۔ پٹرول، گرم پانی، تیل یا بارود وغیرہ سے جلنے کی صورت میں بھی یہی عمل کرنا چاہیے۔

بچھو اور بھڑ کا کاٹنا بچھو، بھڑ، شہد کی مکھی یا کوئی اور کیڑا ڈنک مار دے تو جس قدر جلد ممکن ہو ہمدرد مرہم لگا دینا چاہیے، کاٹے ہوئے مقام پر ہمدرد مرہم لگانے سے جلن بالکل مٹ جاتی ہے۔

ہمدرد مرہم اور حوادث

میں زہر اور تریاق کا سا تعلق ہے اسے کبھی نہ بھولیے اور

ہمیشہ **ہمدرد مرہم** کو ساتھ رکھیے۔

ہمدرد مرہم آپ کے شہر میں

ہم نے پوری کوشش کر کے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ ہمدرد مرہم ہر جگہ ملے۔ اس لیے آپ اپنے شہر کے اچھے دوا فروش یا جنرل مرچنٹ کے ہاں سے خریدیے۔ ایک ڈبیہ کی قیمت صرف بارہ آنے ہے۔ اگر کسی وجہ سے آپ کو آپ کے شہر میں ہمدرد مرہم نہ ملے تو کسی دوا فروش کو منگا کر دینے کا مشورہ دیجیے اگر ایسا انتظام نہ ہو سکے تو براہ راست ہم سے منگوائیے۔

کفایت اگر آپ کو ایک ڈبیہ کی ضرورت ہے تو ۱۳/ کا پوسٹل آرڈر (جو ڈاک خانہ سے ملتا ہے) بھجوا دیجیے۔ اور دو ڈبیاں منگوانے کی صورت میں ایک روپیہ تیرہ آنے کا پوسٹل آرڈر یا منی آرڈر بھجوا دیجیے۔ دونوں صورتوں میں بیڈ رجسٹرڈ پارسل آپ کو بھیج دیا جائے گا۔ وی۔ پی نہ منگوائیے اس میں آپ کے ۶/ زیادہ خرچ ہوں گے۔ دو ڈبیوں سے زیادہ کی ضرورت ہو تو وی۔ پی۔ منگوائیے۔

شائع کردہ:- **ہمدرد دواخانہ، دہلی**

ہمدرد مرہم اور صافی جنوبی ہند میں

تمام جنوبی ہند میں ہم نے صافی اور ہمدرد مرہم کی فروخت کا انتظام کر دیا ہے۔ یہاں کے سول ایجنٹ اور سب ایجنٹوں کے پتے درج ذیل ہیں اور ساتھ ہی جن جن حصوں کے وہ ایجنٹ ہیں اسے واضح کر دیا گیا ہے۔

سول ایجنٹ برائے جنوبی ہند مع ریاست ہائے دکن

میسرز اوری اینٹل کیمٹس ۹۷ بیرن روڈ۔ نئی دہلی

سب ایجنٹس

۱ میسرز نیشنل نرسنگ ہوم۔ ۱۴۸۴ کیر روڈ میسور برائے میسور، کرگ اور اوٹاکمنڈ

۲ میسرز دکن ٹریڈنگ کمپنی۔ ہندوپور

۳ میسرز یونانی میڈیکل ہال۔ مسولی پٹم

۴ میسرز ایسٹرن انجنیر۔ شورانور برائے سیلم، مدھورا، مدراس، ٹنے ویلی اور چنگلے پٹ

۵ میسرز گولڈن کمپنی ۱۴۰ ڈپلکس سٹریٹ پانڈیچری (فرانسیسی ہند)

۶ میسرز کمرشیل ایجنسی ۱۵۱ اندرا سٹریٹ ٹپاکیولیم۔ ترچناپلی

۷ میسرز احمد اینڈ کمپنی کنگز وے، سکندرآباد دکن برائے مملکت آصفیہ۔

تیار کنندگان:- **ہمدرد دواخانہ، دہلی (ہندستان)**

ہماری ایجنسیاں

ہماری ان ایجنسیوں میں ہماری سب پیٹنٹ ادویہ دہلی کی قیمتوں پر مل سکتی ہیں

۱ کان پور:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— چوراہا مول گنج، نئی سڑک

۲ لکھنؤ:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— امین الدولہ پارک

۳ آگرہ:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— حکیم وصی روڈ

۴ شملہ:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— لوئر بازار

۵ برہان پور:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— نزد سینما

۶ مئو ناتھ بھنجن:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— دھوبی کی املیا (ضلع اعظم گڈھ)

۷ بنارس:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— دال منڈی

۸ الہ آباد:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— چوک

۹ گونڈہ:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— بڑا بازار

۱۰ کھڑگپور:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— ریلوے مارکٹ

۱۱ سیتاپور:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— تھومسن گنج

۱۲ بدایوں:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— چھے سڑکہ

۱۳ علی گڈھ:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— سرائے حکیم

۱۴ میرٹھ:۔ ایجنسی ہمدرد دواخانہ ——— گذری بازار

(باقی ایجنسیوں کا اعلان آئندہ ماہ کیا جائے گا۔)

آزمائش شرط ہے

یہ نیا مرہم تمام جلدی امراض اور زخموں کا

تیر بہدف اور عجیب و غریب علاج ہے۔

ہمدرد مرہم ایک صدی پرانے نسخہ سے تیار کیا گیا ہے جسے مغلیہ دور کے اطبا نے ایجاد کیا تھا۔ ہمدرد جس پھرتی سے درد کو روکتا، سوزش اور ورم کو کم کرتا ہے اسے دیکھ کر آپ دنگ رہ جائیں گے۔ کسی بھی جلدی تکلیف یا زخم پر لگاتے ہی اس کے جراثیم کش اجزا جراثیم کو فوراً ہلاک کر دیتے ہیں۔ یہ زخم کو پکنے اور خون کو زہر آلود ہونے سے بھی بچاتا ہے۔

آپ کو ہمدرد مرہم ضرور آزمانا چاہئے۔ وقت بیوقت کے لئے ایک ڈبیا اپنے مکان، دفتر یا کارخانے میں ضرور رکھئے۔ ایک صدی سے زیادہ عرصے سے جڑی بوٹی سے تیار شدہ یہ مرہم کروڑوں انسانوں کی تکلیف کو رفع کر چکا ہے۔ اب یہ ہندوستانی مکبوب کا خفیہ نسخہ آپ کو تکالیف سے نجات دلانے کیلئے مرہم کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ہمدرد کٹنے کے زخم۔ جلنے کے زخم۔ ناسور۔ خارش۔ کھجلی اور داد وغیرہ کے لئے اکسیر ہے۔

آپ کیا جانیں کہ کب آپ کو اس کی ضرورت پڑ جائے جب کوئی حادثہ ہو جاتا ہے تو اس کا فوراً علاج نہ کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ دو ڈبیاں خریدیئے ایک گھر کے لئے اور دوسری دفتر یا کارخانے کے لئے۔

ہمدرد (جڑی بوٹیوں کا) مرہم

ہمدرد دواخانہ لیبوریٹریز دہلی

(صافی خون دوا صافی کے تیار کرنے والے)